جلد ۲۵ ٭ شمارہ ۳۲
۱۹؍ربیع الاول ۱۴۰۰ھ ٭ ۸؍فروری ۱۹۸۰ء

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری
مدیر: محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک: سالانہ ۶۰/۰۰ روپے، ششماہی ۳۰/۰۰ روپے
سہ ماہی ۱۵/۰۰ روپے - فی پرچہ ۱/۵۰

اسلام آباد کانفرنس

اسلام آباد میں منعقدہ اسلامی کانفرنس ختم ہو گئی۔ کانفرنس میں منظور کی گئیں قراردادیں اور افتتاحی اجلاس میں صدر پاکستان کی تقریر ملکی اخبارات کے توسط سے اہل وطن نے پڑھ لی ہوں گی۔

کانفرنس میں ہونے والے فیصلوں کو "درست سمت میں مثبت فیصلوں" کا عنوان دینا غلط نہ ہوگا۔ اللہ کرے کہ یہ فیصلے عملی شکل اختیار کر لیں اور مسلمان قوم اپنی منزل مراد حاصل کر لے۔ افتتاحی اجلاس میں صدر پاکستان نے اپنی تقریر میں جہاں اور باتیں کیں وہاں انہوں نے مسلم ممالک کے مشترکہ دفاع کی تجویز بھی پیش کی یہ تجویز اسلامیانِ عالم کے دل کی آواز ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ عام طور پر اس تجویز کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ سعود الفیصل نے وطن واپس جاتے ہوئے ہوائی اڈے پر اخباری نمائندوں کو بتایا کہ اس تجویز پر آئندہ اجلاس میں تفصیلی طور پر غور کیا جائے گا۔ ان کے بقول یہ اجلاس دو ماہ بعد پھر اسلام آباد میں ہی منعقد ہوگا اور اس میں اس سلسلہ میں ٹھوس اقدامات کیے جائیں گے۔

ان سطور میں ہم نے بارہا اس طرف توجہ دلائی کہ اللہ تعالےٰ کو جو چیز عزیز ہے وہ ہے ملت اسلامیہ کا باہمی اتحاد و اتفاق۔ اور جہاں تک باہمی انتشار کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کو یہ کسی شکل گوارا نہیں اس کے نقصانات اور تباہ کاریوں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ ایک مستقل دفتر ہے اور تاریخی تجربات ایک الگ داستان ہے پہلی جنگ عظیم کے زمانہ میں خلافت اسلامیہ کا قصہ ختم ہو کر رہ گیا اور کسی نہ کسی درجہ میں وحدت و اجتماعیت کی

جو شکل تھی وہ ختم ہو کر رہ گئی۔ اس کے بعد سے اب ملک کی صورت حال انتہائی کربناک اور پریشان کن ہے۔

دنیائے اسلام کے ممالک میں جو باہمی ربط و ضبط ہونا چاہیئے وہ نظر نہیں آتا۔ ملکوں سے بڑھ کر ہر ملک کی اندرونی کیفیت بھی حوصلہ افزا نہیں۔

افغانستان کی موجودہ صورت حال سے کچھ نہ کچھ بیداری کے آثار پیدا ہوئے ہیں اور توقع کی جاتی ہے کہ وہ روز سعید پھر آ جائے۔ جب پوری ملت بنیان مرصوص ہو کر اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر سرگرم عمل ہو سکے۔

اب بھی بعض ممالک ایسے ہیں جو اجتماعی مفادات کے پروگراموں میں شریک نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی سیکریٹریٹ اس مسئلہ کی طرف سنجیدگی سے توجہ دے اور سب سے پہلے اپنی صفوں کو منظم کرنے کی فکر کرے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ آپس کی غلط فہمیوں کو دور کیا جائے مشترکہ دفاع کی طرف سنجیدگی سے توجہ دی جائے اور اللہ کے بھروسہ پر یہ کام کر دیا جائے۔ مشترکہ دفاع کے بعد باقی معاملات میں ایک دوسرے کا قرب بہت آسان ہو کر رہ جائیگا

اور وہ ممالک جو ہمیں اپنی چراگاہ سمجھتے ہیں انہیں اپنا رویّہ بدلنا پڑے گا۔ اور ان کی خرمستیوں کا سدّباب ہو سکے گا۔

اس مرحلہ پر ایک بات کی طرف بطور خاص توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ کہ ہمیں اپنی زندگی میں سادگی اور کفایت شعاری کو اپنانے کی فکر کرنی چاہیے۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسراف و تبذیر ہماری زندگی کا لازمہ بن چکا ہے اور یہ کام اللہ کے نزدیک شیطان کے بھائیوں کا ہے (بنی اسرائیل) ایک مسلمان ایسے کام کرے جو اللہ کو ناپسند ہوں کسی طرح صحیح نہیں۔

جس مقام پر کانفرنس ہوئی اس کے ماضی سے ہم واقف ہیں۔ وہاں کا فرنیچر اور دوسرا سامان ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے پہلے ہی "اسراف و تبذیر" کی مد میں آتا تھا چہ جائیکہ اس سب کو بدل کر نیا انتظام کیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ جب ہمارے بڑے ان باتوں کا لحاظ نہیں کریں گے تو چھوٹوں پر کیا اثرات مرتّب ہوں گے؟ دنیائے اسلام کا ایک حصہ بے پناہ دولت کا مالک ہے اور اس کی دولت یورپ کے کام آ رہی ہے جب کہ ایک حصّہ انتہائی غربت و افلاس کا شکار

ہے اور اس کا پیدا ہونے والا بچہ بھی مقروض ہے۔

کیا کسی زندہ قوم کو یہ باتیں زیب دیتی ہیں؟ صحابہ علیہم الرضوان نے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں جس سادگی و کفایت شعاری سے وقت گذارا وہ تاریخ اسلام کا ایک سنہرا باب ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ان کے نام لیوا اس طرح مادیت کا شکار ہیں کہ انہیں یمین و یسار کی فکر نہیں۔

بہرحال ہم توقع رکھیں گے کہ خوابیدہ مسلم کی بیداری کے اس مرحلہ پر اس کے سربراہ اور قائدین ہر قدم اسوۂ نبیؐ کے مطابق اٹھائیں گے تاکہ ملّت کا حسین ماضی پلٹ کر واپس آ جائے اور ہم خدائے برتر و توانا کی رحمتوں کے مستحق ہو سکیں۔

علوی ۳ فروری ۸۰

اقوالِ زرّیں

○ تعجب ہے اس پر جو حساب کو حق جانتا ہے اور پھر مال جمع کرتا ہے (حضرت عثمان رضؓ)

○ جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے پروردگار کو نہیں پہچانتا۔ حضرت عثمان رضؓ

خطبہ جمعہ

ترتیب : علوی

انعاماتِ ربّانی کا حصول کیونکر ممکن ہے؟

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَید اللہ انور مدّ ظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ ... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ صدق اللہ العلی العظیم۔

محترم حضرات! سورۂ انفال کی آیت ۲۶ آپ کے سامنے تلاوت کی گئی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے :-

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم قلیل التعداد تھے اور سرزمین مکہ میں کمزور سمجھے جاتے تھے تم اس بات سے ڈرا کرتے تھے کہ کہیں کفار تم کو اچک نہ لے جائیں تم کو اللہ نے ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تم کو قوت دی اور پاکیزہ چیزیں تم کو عطا فرمائیں تاکہ تم اس کے شکرگذار رہو۔ (کشف الرحمٰن)

صدر اول کی اسلامی تاریخ سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم نے توحید ربانی کی حیات آفرین صدا بلند کی تو اہل مکہ جو ایک طویل عرصہ سے جھوٹے معبودوں کی زلفِ گرہ گیر کا شکار تھے، آپ کے شدید مخالف ہو گئے۔ اور انہوں نے آپ کو بے پناہ اذیتیں دیں، آپ کے رفقاء کی قلیل تعداد کو ازحد پریشان کیا اور یہ چاہا کہ چراغ اسلام گل ہو کر رہ جائے۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے اپنی اور اپنے رفقاء کی تکالیف کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ "مجھے راہِ حق میں اس قدر ستایا گیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔"

اور یہ کہ دین حق کی راہ میں سب سے زیادہ تکالیف کا سامنا انبیاء علیہم السلام کو کرنا پڑتا ہے۔ پھر جو شخص ایمان و یقین کے اعتبار سے ان کے قریب ہوتا ہے اس کو اسی قدر حصہ ملتا ہے۔"

آیت کا خلاصہ

آیت کریمہ جو تلاوت کی گئی وہ انہی حالات پر روشنی ڈالتی ہے اور مسلمانوں کو خطاب ہوتا ہے کہ وہ وقت یاد کرو جب تمہاری تعداد بہت کم تھی اور تم زمین یعنی مکہ معظمہ میں ازحد کمزور تھے، اپنی تعداد کی کمی اور کمزوری کے سبب کفار کی طرف سے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا لیکن رب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) نے تمہیں ٹھکانہ عطا فرمایا یعنی ہجرت کی اجازت دے کر مدینہ طیبہ میں تم کو بسایا اور وہاں کے سعادت مند انصار نے نبی مکرم اور ان کے لٹے ہوئے ساتھیوں کے لیے اپنے گھر کے

دروازے کھول کر کھانے پینے، کاروبار و تجارت اور کھیتی باڑی ہر چیز میں شریک کر لیا (یہ تفصیلات سورۂ حشر میں موجود ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد و نصرت سے تمہاری تائید کی اور تمہیں قوت بخشی۔ جس کا سب سے پہلا مظاہرہ ہجرت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد بدر کے میدان میں ہوا جہاں مسلمانوں اور کافروں کی تعداد کا تناسب ۳:۱ کا تھا۔ لیکن ابابیلوں کے ذریعہ اپنے گھر کی حفاظت کرنے والے خدا نے بوجہل لشکر کو تہس نہس کر دیا اور مسلمانوں کو فوز و فلاح سے سرفراز فرمایا۔ اس واقعہ کی تفصیلات قرآن عزیز میں کئی ایک مقامات پر ہیں — بالخصوص سورۂ انفال کا بڑا حصہ اس واقعہ کی تفصیلات پر مشتمل ہے اور کچھ ذکر سورۂ آل عمران میں بھی ہے۔ آل عمران میں ارشاد ہے :-

"اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بدر کے میدان میں تمہاری مدد کر چکا تھا حالانکہ تم اس وقت کمزور و بے بس تھے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکرگذار رہو۔"

(کشف الرحمٰن)

اللہ تعالیٰ کے انعامات اور بندے کا فرض

اللہ تعالیٰ کے انعامات کتنے ہیں، ان کا کوئی حساب نہیں۔ خود قرآن کریم نے فرمایا۔ لا تحصوها کہ تم انہیں گن نہیں سکتے۔ ان احسانات و انعامات میں محمدؐ عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم) فداہ ارواحنا و انفسنا کی بعثت عظیم احسان تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران میں ذکر فرمایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (الآیہ)

کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ انہی میں سے ان میں ایک ایسا رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے اور بلاشبہ اس رسول کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

(کشف الرحمٰن)

گویا اللہ تعالیٰ نے ظلمت کدۂ دہر میں اپنے رسولِ برحق کو بھیج کر دنیا پر احسان عظیم فرمایا، ایسا رسول جو انسانیت کے غم میں یوں گھلتا تھا کہ اس کے پروردگار کو کہنا پڑا :-

"شاید تو اپنی جان ہلاک کرنے والا ہے اس لیے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔"

(شعراء: ترجمہ حضرت لاہوریؒ)

وہ رسول اپنے ساتھ اللہ کی طرف سے جو کتاب مبین لایا وہ ایک مستقل نعمت تھی سعید روحوں نے اس ربانی پکار کو سن کر اس دعوت کو قبول کیا تو ان پر مظالم توڑے گئے لیکن وہ جس نشۂ توحید سے سرشار ہو چکے تھے اس کا اترنا مشکل تھا اس لیے کہ وہ آگے ہی بڑھتے چلے گئے تاآنکہ قدرت ان پر مزید مہربان ہوئی، اور مصائب و آلام کی تاریک رات صبح فروزاں میں بدل گئی لیکن اس انقلاب و تبدیلی کو مسلمانوں نے اللہ کی نعمت سمجھا اور حقِ نعمت یوں ادا کیا کہ جو الہام ربانی ان میں انقلاب کا ذریعہ بنا تھا اسے لے کر وہ چل کھڑے ہوئے اور دنیا کے کناروں تک پہنچ کر اس کو سنایا انہیں اگر اس راہ میں اپنی جان قربان کرنا پڑی تو اس سے گریز نہ کیا۔ ہنسی خوشی یہ کہہ کر اپنی جان قربان کر دی کہ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جب انہوں نے اللہ کی

نعمتوں کی قدر کی تو قدرت کی عنایات بڑھتی گئیں اور کیوں نہ ہو اس کا وعدہ سچا ہے کہ تم جب میری نعمتوں کا شکر ادا کروگے تو میں ان میں اضافہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کی یوں بارش فرمائی کہ وہی سرزمین جو ان پر تنگ تھی اس نے اپنے بازو ان کی خاطر پھیلا دیئے اور ہجرت کے ٹھیک ۸ سال بعد وہ فاتح کی حیثیت میں دوبارہ وہاں آ پہنچے لیکن نشۂ فتح میں سرشار ہو کر وہ بہکے نہیں۔ انہوں نے ایسا کوئی جشن نہیں منایا، کیونکہ ایک سچا مسلمان اپنے رب کے حضور عاجزی و بندگی کو ہی جشن تصور کرتا ہے اور جب وہ عاجزی کرتے کرتے اپنا ماتھا زمین پر رکھ دیتا ہے تو وہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ (حدیث نبویؐ)

کل اور آج

قرآن کریم قصہ و کہانی کی کتاب نہیں بلکہ نصیحت و موعظت کی کتاب ہے اس نے جو واقعات بیان کیے تو وہ بھی محض انسانوں کی نصیحت پذیری کی خاطر، صدر اوّل کے مسلمانوں کی بے بسی، پھر ان کا غلبہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کبھی پھر ایسے حالات رونما ہو جائیں جس میں مسلمان بے بسی کا شکار ہوں تو انہیں وہی انداز زندگی اپنانے ہوں گے جو مکّہ کے مظلوم مسلمانوں نے اپنائے تھے۔ اس طرح وہ اللہ کی مدد و نصرت کے مستحق ہو کر کامیابی و غلبہ حاصل کر لیں گے۔ حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ نے اس آیت کے ضمن میں کتنی پتے کی بات ارشاد فرمائی:

"ان لوگوں پر اس نعمت (غلبہ و کامیابی) کا باعث یہی چیز تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو باعث زندگی خیال کرتے تھے۔ آئندہ جب تک تم بھی ویسے رہو گے نعمتیں تم پر ہی نازل ہوتی رہیں گی۔" (صفحہ ۲۸۶)

لیکن سوال یہ ہے کہ ہم ویسے ہیں؟ بدقسمتی سے اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ وہ ایک سچے معبود کے سوا کسی کے سامنے جھکتے نہ تھے۔ اور ہم نے نہ معلوم کتنے بُت بنا رکھے ہیں، ہماری سیاست و فرمانروائی، تہذیب و تمدّن، معاشرت و معیشت اور پوری زندگی کا انداز احکم الحاکمین کے ارشادات کے بجائے دوسروں کے سہارے چل رہا ہے۔ سچے خدا کی سچی تعلیم کا دور دور پتہ نہیں۔ حتیٰ کہ مصائب و آلام کی ہولناک گھڑیوں میں بھی ہمارا ماتھا اس کے آستانۂ مقدس پر نہیں جھکتا اور ایسے وقت میں بھی ہماری تگ و دو کا مرکز کچھ دوسرے ہی ہوتے ہیں ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

برصغیر کا وسیع و عریض خطہ ہماری شامتِ اعمال سے انگریز کے ظلم و ستم کا شکار ہوا تو ہم نے ایک عرصہ تک اسی کو اپنا قبلہ مقصود بنائے رکھا۔ اہل حق و صداقت کی ایک مختصر تعداد کو چھوڑ کر بالعموم مسلمانوں اور ان میں سے بھی اونچی سوسائٹی کے مسلمانوں کا طرز عمل اتنا افسوسناک تھا کہ توبہ بھلی۔ اپنے مفادات کی خاطر ملّی مفادات کو بھینٹ چڑھایا گیا اور پھر ہم اتنے بزدل ہو گئے کہ ایک خطہ میں ہم نے عافیت سمجھی۔

لیکن اس کے بعد ہمارا جو طرز عمل رہا وہ ہر کسی کو معلوم ہے۔ آج انسانی زندگی کا کونسا شعبہ ہے جس میں سچے خدا اور اس کے رسولؐ کی تعلیم جلوہ گر ہو۔ اور جب وہ حیات تازہ بخشنے والی تعلیم متروک ہو

گئی تو اللہ کی نصرت و امداد
سے بھی ہمیں محروم ہونا پڑا۔
آج ہم دوسروں کے
رحم و کرم پر ہیں۔ قدرت نے
ہمیں آج بھی بے پناہ نعمتوں سے
سرفراز فرمایا ہے، سونے کی
کانیں اور تیل کے چشمے ہمارے
پاس ہیں۔ باصلاحیت نوجوانوں کی
کمی نہیں اور سب سے بڑھ کر
وہ نظام ہمارے پاس ہے
جس کی افادیت کو آج غیر
بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔
لیکن اس نظام کے معاملہ میں
ہماری سرد مہری۔ اللہ تعالیٰ کے
احکامات سے بغاوت، رسول کریم
علیہ السلام کی محبت و عقیدت
کے شرعی معیار سے انحراف اور
جماعت صحابہؓ کے تعامل سے
روگردانی نے ہمیں کہیں کا نہیں
چھوڑا۔ اس مصیبت سے چھٹکارے
کی ایک ہی شکل ہے جو اس
آیت کریمہ کی روشنی میں امام لاہوریؒ
قدس سرہ نے ارشاد فرمائی۔ کہ
"رسول کریم (صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم)
کے ارشادات کو باعث
زندگی سمجھ لیا جائے"۔
جب یہ ہو جائے گا تو
بدر و حنین میں فرشتوں کے ذریعہ
امداد فرمانے والی ذات جس نے
وحشی تاتاریوں میں کلمۃ الحق کے
داعی پیدا فرما دئے تھے، اپنی
نصرت سے نواز کر ہمیں نہال کر
دے گی لیکن شرط ہے ایمان و
اخلاص اور سچی اطاعت و فرمانبرداری!
اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح احوال
کی توفیق بخشے!

واٰخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العالمین!

بقیہ: احادیث الرسولؐ

جاتا ہے جیسا کہ تاریخ عالم گواہ
ہے۔ حضور علیہ السلام اور آپؐ
کے سچے خلفاء و جانشین حضرات
کا طرز عمل اپنی رعایا کے
ساتھ انتہائی نرمی کا تھا۔ جب
تک دینی معاملات میں مداخلت
نہ ہوتی ہو اور جب دینی معاملات
میں مداخلت ہو تو پھر آپؐ
کسی کا لحاظ نہ کرتے۔ جیسا کہ
فاطمہ مخزومیہ کا واقعہ ہے کہ
اس نے چوری کی تو آپؐ سے
مقرب ترین صحابی نے سفارش کی،
جس پر آپؐ نے غضب ناک
ہو کر فرمایا کہ تم حدودِ الٰہی
کے معاملہ میں سفارش کرتے ہو؟
یاد رکھو کہ اگر میری بیٹی یہ
جرم کرتی تو اس کو بھی معاف
نہ کرتا۔

بہر حال نرمی و ملاطفت
اور سختی کا اپنا اپنا مقام ہے
اور مختصر یہ کہ اصل نرمی ہے
ہاں جب حدودِ الٰہی پامال ہونے
لگیں تو پھر سختی تقاضائے
دین و ایمان ہے۔

بقیہ: ٹائیٹل

وہاں کچھ نہیں، وہاں سراب ہے،
نگاہوں کا دھوکا ہے۔

شجرِ ممنوعہ

میں سیاست کو شجرِ ممنوعہ
نہیں سمجھتا، دین و سیاست کی تقسیم
کا میں قائل نہیں۔ لیکن میں عرض
کروں گا کہ سیاست ایک پہاڑی
ندی ہے جو شور مچاتی ہوئی نکل
جاتی ہے لیکن درسگاہ وہ میدانی
ندی ہے جو کھیتوں کو سیراب
کرتی ہوئی اور زمین کو حیاتِ نو
بخشتی ہوئی گذرتی ہے اور باقی
رہتی ہے۔

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

فرمانِ ربی

کچھ کھا پی لو اور مزے اڑا لو۔ یقیناً
تم مجرم ہو......
— اور جب انہیں کہا جاتا ہے
کہ نماز پڑھو تو وہ نماز
نہیں پڑھتے.......
پھر کس بات پر مسلمان نے
پھرتے ہیں — سورۃ مرسلات پارہ ۲۹ آخری آیت

دنیا کی بے ثباتی

جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی مدظلہ العالی

مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۸۰ء رات گئے جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا سید اسعد مدنی صدر جمیعۃ علمائے ہند راولپنڈی تشریف لائے، اگلے روز بعد نماز فجر آپ نے جامع مسجد پرانا قلعہ راولپنڈی میں مختصر درس قرآن دیا، بندہ حضرت کی ملاقات و زیارت کی غرض سے غریب خانہ سے راولپنڈی گیا، ملاقات و زیارت کے ساتھ ساتھ آپ کے ارشادات سننے کی سعادت نصیب ہوئی جو نذرِ قارئین ہے۔

"عزیز الرحمن خورشید"

خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا کرم فرمایا کہ ہمیں اشرف المخلوقات بنایا، اگر بجائے انسان کے وہ گدھا یا اور کوئی جانور بنا دیتے تو ان کو کون روکنے والا تھا، پھر انسان بنا کر آنکھیں نہ دیتے زبان عطا نہ فرماتے ہاتھ اور پاؤں سے محروم فرماتے تو ان کے سامنے کون دم مارتا ہر چیز کے پیدا کرنے والے خداوند کریم ہیں ارشاد باری ہے،

ذالکم اللہ ربکم لا الٰہ الا ھو خالق کل شیٔ فاعبدوہُ وھو علیٰ کل شیٔ وکیل، (سورۃ انعام)

ترجمہ، یہی اللہ تمہارا رب ہے نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا پس تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے،

خلق کل شیٔ وھو بکل شیٔ علیم، (الانعام)

اور اس نے ہر چیز بنائی اور وہ ہر چیز سے واقف ہے انہوں نے انسان کو کان دیئے کہ دنیا کے احوال سن کر غور کریں، پاؤں دیئے کہ زمین میں پھیل کر شریر لوگوں کا انجام دیکھیں، ہاتھ دیئے کہ ان کے ذریعہ لوگوں کی خدمت کریں، زبان دی تاکہ اس سے میرا ذکر کریں، "الغرض انسان باقی کائنات ارضی و سماوی کو چھوڑ کر صرف اپنے وجود پر نظر کرے تو اس کی بے شمار نعمتیں اس پر ہیں، اگر ان نعمتوں کی قدر کی تو کامیاب ہو جاؤگے ناقدری کی تو برباد ہو جاؤگے اور قیامت والے دن یہی ہاتھ پاؤں خدا کی بارگاہ میں تمہارے خلاف گواہی دیں گے

الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون، (یاسین)

ترجمہ، آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے،،

کائنات کا ذرہ ذرہ انسان کی خدمت کے لئے مالک الملک نے بنایا، ارشاد خداوندی ہے

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃ سورۃ لقمان، ترجمہ، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کام میں لگائے تمہارے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی،،

لیکن انسان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ زندگی چند روزہ ہے اس میں جو جو انعامات بندہ پر ہیں ان کی قدر کرے اور اصل زندگی کے لئے تیاری کرے،

جس نے اللہ کی وحدانیت پر یقین رکھتے ہوئے اسکی نعمتوں کی قدر کی اور شکریہ ادا کیا وہ کامیاب ہوا جس نے ناشکری کی وہ ناکام ہوا

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید، (ابراہیم)

ترجمہ، اگر احسان مانو تو اور بھی دوں گا تم کو اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب البتہ سخت ہے،، میرے بھائیو اور بزرگو اس چند روزہ زندگی میں اصل زندگی کی تیاری کر لی جاوے تاکہ اسدن جب کوئی مددگار نہ ہوگا پریشانی کا سامنا نہ ہووے، خدا ہم سب کو ہدایت دیوے اور عمل کی توفیق بخشے، آمین،،

(بحرمۃ سید المرسلین)

شہیدِ لا اِلٰہ ہوں

میں گُل ہوں یا گیاہ ہوں — چمن کا خیر خواہ ہوں

عتاب پر بھی چپ ہوں میں — اگرچہ بے گناہ ہوں

جنوں ہے جن کو موت کا — میں اُن کا سربراہ ہوں

خدا مرا گواہ ہے — شہیدِ لا اِلٰہ ہوں

یہ فرش و عرش اُسی کے ہیں — خدا کا میں گواہ ہوں

گدائے میکدہ ہوں گو — سخن کا پادشاہ ہوں

مرے عدو ہیں پادشہ — فقیرِ کج کلاہ ہوں

میں ذرّۂ رہِ شما — نہ مہر ہوں نہ ماہ ہوں

چھوا ہے اُن کے پاؤں کو — میں وہ غبارِ راہ ہوں

فلک ہے میری راہ میں — شکستہ دِل کی آہ ہوں

جو چشمِ بیکساں میں ہے — وہ سیلِ بے پناہ ہوں

ایسی وہ کاش پُوچھ لیں

میں کِس لیے تباہ ہوں

(سیدہ امین گیلانی شیخوپورہ)

جانشین شیخ مدنیؒ پاکستان میں

حافظ عزیز الرحمٰن خورشید
بھیرہ ——— سرگودہا

"کچھ دید کچھ شنید"

جانشین شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور جمعیۃ علماء ہند کے صدر مرکزیہ حضرت مولانا صاحبزادہ سید اسعد مدنی مدظلہ گذشتہ دنوں رابطہ عالم اسلامی کے ایشیائی سیکرٹریٹ کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لئے واہگہ کے راستے پاکستان تشریف لائے، یاد رہے کہ یہ تقریب کراچی میں انعقاد پذیر ہوئی،

واہگہ کا راستہ اسلئے اختیار کرنا پڑا کہ براہ راست کراچی پہنچنے کی وقت پر کوئی سبیل نہ تھی، لاہور سے آپ فوری طور پر سوا بارہ بجے کے جہاز سے کراچی جانا چاہتے تھے لیکن بمشکل شام سات بجے کے جہاز سے سیٹ ملی اور وہ جہاز بھی فنی خرابی کے باعث نہ جا سکا اور آپ رات ۹ بجے تشریف لیگئے"

لاہور میں مختصر قیام حضرت مولانا سید حامد میاں کے ہاں جامعہ مدنیہ میں ہوا، جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور اور ایڈیٹر خدام الدین محترم سعید الرحمٰن علوی نے وہیں آپ سے ملاقات کی لاہور میں چند گھنٹے قیام کے بعد آپ بذریعہ ہوائی جہاز کراچی تشریف لے گئے،

کراچی میں منعقدہ تقریب میں شرکت کے علاوہ آپ پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ اور محدث زمان حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رح کی یادگار مدرسہ اسلامیہ عربیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں تشریف لے گئے جہاں مختصر خطاب بھی ہوا اس کے علاوہ آپ نے کراچی میں بڑا مصروف وقت گذارا،

کراچی کے لوگوں کو جب آپ کی آمد کی خبر ہوئی تو ان کی خوشی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا، دور دراز سے لوگوں نے آکر آپ کی زیارت و ملاقات کی، کراچی سے فارغ ہو کر آپ تحریک آزادی کے عظیم مرکز دین پور شریف تشریف لے گئے جہاں آپ نے تحریک آزادی اور تحریک ریشمی رومال کے عظیم رہنماؤں حضرت اقدس مولانا غلام محمد صاحب دین پوریؒ اور تحریک ولی اللٰہی کے نقیب امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے مزارات پر حاضری دی، اور درگاہ دین پور شریف کے سجادہ نشین حضرت میاں سراج احمد صاحب اور خانپور میں امیر العلماء حافظ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ صاحب درخواستی سے ملاقات کی، دین پور اور خان پور سے فارغ ہو کر آپ ملتان تشریف لائے، ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ خیر المدارس اور مدرسہ قاسم العلوم کے علاوہ دوسرے دینی مراکز میں قدم رنجہ فرمایا

یاد رہے کہ مدرسہ قاسم العلوم کی افتتاحی تقریب قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے ہاتھوں ہوئی تھی، ملتان کے اکابر علماء مولانا مفتی محمود، مولانا محمد شریف کاشمیری، مولانا محمد شریف جالندھری، اور مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب سمیت دوسرے حضرات و احباب نے آپ سے ملاقات کی، مدرسہ خیر المدارس میں مختصر خطاب بھی ہوا، ملتان سے بذریعہ ہوائی جہاز آپ پشاور تشریف لے گئے جہاں آپ نے مولانا محمد ایوب جان بنوری کے مدرسہ میں قیام فرمایا

پشاور اور گرد و نواح اکوڑہ خٹک سے مولانا سمیع الحق اور راولپنڈی سے مولانا قاری محمد امین مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب و دیگر علماء و طلباء اور عوام نے آپ سے آکر ملاقاتیں کیں،

پشاور سے آپ بذریعہ کار حضرت شیخ الہندؒ کے عزیز ترین تلمیذ اور حضرت مدنیؒ کے رفیق، تحریک ریشمی رومال کے عظیم سپاہی اسیر مالٹا مولانا عزیر گل مدظلہٗ کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اس سفر کے دوران مولانا قاری محمد امین قاری سعید الرحمٰن مولانا سمیع الحق وغیرہ حضرات ساتھ تھے،

حضرت مولانا عزیر گل صاحب کی خواہش تھی کہ آپ رات قیام فرما دیں مگر وقت کی تنگی کے باعث آپ نے بصد اصرار اجازت لی اور وہاں سے مردان تشریف لائے مردان میں مختصر قیام اور خطاب کے بعد آپ پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے حقانیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب جو آپ کے اساتذہ میں سے ہیں

اور آجکل علیل ہیں سے ملاقات کی، حضرت مولانا
اسعد مدنی جب بھی پاکستان تشریف لاتے ہیں
تو حضرت مولانا عزیز گل اور حضرت مولانا عبدالحق
صاحب سے ملاقات ضرور فرماتے ہیں بلکہ آپ
فرمایا کرتے ہیں کہ میں پاکستان میں بعض بزرگوں
اور اساتذہ کی زیارت اور احباب کی ملاقات کے
لئے آتا ہوں، اکوڑہ خٹک سے اپنے شفیق استاذ
کی دعائیں لیکر آپ راولپنڈی تشریف لائے
جہاں رات کو آپ نے شیخ القرآن مولانا غلام
اللہ خان کے ہاں قیام فرمایا اگلے روز نماز فجر کے
بعد آپ نے مسجد پرانا قلعہ میں مختصر درس قرآن
دیا جس میں راولپنڈی اسلام آباد کے خطباء
طلباء اور عوام نے شرکت کی، بعد ازاں بیعت
کا سلسلہ ہوا، حضرت شیخ مدنیؒ کا معمول تھا
کہ طلباء کو بیعت نہیں فرمایا کرتے تھے آپ کا
بھی یہی معمول ہے، چنانچہ اس موقعہ پر موجود چند
طلباء کو اور بعض دوسرے حضرات کو محبت کے
ساتھ اٹھا دیا گیا جو دوسرے مشائخ سے متعلق
ہیں، بعض سادہ لوح دوست ایک کے بعد
دوسری جگہ بیعت کا سلسلہ کر لیتے ہیں، لیکن
آپ پہلے باقاعدہ ہر ایک سے پوچھتے ہیں پھر
یہ سلسلہ ہوتا ہے اس موقعہ پر جن دوسرے
سعادت مند حضرات نے یہ سعادت حاصل کی
ان میں میرے عزیز بھائی مولوی حافظ عبدالرحمٰن
علوی بھی ہیں، اللہ تعالیٰ سب حضرات کو بیعت
کے حقیقی فوائد سے بہرور فرمائے، راولپنڈی
سے آپ چکوال حضرت مدنی کے خلیفہ اور تحریک
خدام اہلسنت کے امیر مولانا قاضی مظہر حسین
صاحب کے ہاں تشریف لے گئے چند گھنٹے
چکوال میں قیام فرمایا اور وہاں سے جہلم تشریف
لے جانا ہوا جہلم سے اگلی منزل گوجرانوالہ تھی
جہاں پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ مدرسہ نصرۃ
العلوم گوجرانوالہ واقع ہے اس درسگاہ کے
مہتمم اور میرے استاذ محترم حضرت مولانا
صوفی عبدالرحمٰن صاحب، شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر حضرت
شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے فیض یافتہ
اور خصوصی شاگرد ہیں یہ دونوں حضرات حقیقی
بھائی ہیں اور ایک وقت میں دونوں نے
حضرت مدنی کے پاس دار العلوم دیوبند میں
دورہ حدیث پڑھا اور آج کل دونوں حضرات
کتاب و سنت کی خدمت میں مصروف ہیں
دونوں حضرات نے تحریری میدان میں
مسلک حقہ کی بہت بڑی خدمت کی ہے
حضرت مولانا محمد سرفراز خان کی کتابیں
مسلک حقہ کی بہترین ترجمان ہونے کے
ساتھ ساتھ اہل بدعت کی پھیلائی ہوئی
دسیسہ کاریوں کا شافی جواب ہیں،،
جبکہ حضرت صوفی صاحب کا بنیادی میدان
حکیم الامت امام ولی اللہ دہلویؒ اور ان
کے خاندان اور بالخصوص حضرت شاہ
رفیع الدین صاحب دہلوی قدس سرہٗ کی
کتابوں کو ایڈٹ کرنا اور چھپوانا ہے، اس
طرح الحمدللہ بعض انتہائی قیمتی کتابیں جو
مرور زمانہ سے نایاب ہو چکی تھیں اہل علم
کے سامنے آچکی ہیں،
مدرسہ نصرۃ العلوم میں آپ نے نماز مغرب
ادا فرمائی بعد ازاں حاضرین کو مختصر خطاب
سے نوازا، یہاں سے فارغ ہو کر لاہور تشریف
لے گئے، جہاں جانشین شیخ التفسیر حضرت
مولانا عبید اللہ انور نے جو دیگر تعلقات
کے علاوہ آپ کے رفیق درس بھی ہیں اور
قیام دیوبند کے دوران آپ کا قیام مدنی منزل
میں تھا آپ کے اعزاز میں عشائیہ دیا جس میں لاہور
کے چیدہ چیدہ اہل علم اور دوسرے حضرات
شریک ہوئے"
لاہور میں آپ کا قیام جامعہ مدنیہ میں رہا
جس کے مہتمم حضرت مولانا سید حامد میاں جو
حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے خلیفہ مجاز
اور مؤرخ اسلام مولانا سید محمد میاں صاحب
علیہ الرحمۃ کے فرزند ہیں،
اس دوران آپ حضرت لاہوری قدس سرہٗ
کی بنائی ہوئی ایک مسجد و مدرسہ جامعہ قاسمیہ
رحمان پورہ بھی تشریف لے گئے جہاں مختصر
خطاب ہوا آخری شب حضرت مولانا سید
حامد میاں نے آپ کے اعزاز میں ظہرانہ اور عشائیہ
دیا جس میں لاہور کے علماء، وکلاء، تاجر، ڈاکٹر
پروفیسر اور دوسرے منتخب حضرات
شریک ہوئے، عشائیہ سے قبل آپ نے
مدنی مسجد میں تقریر فرمائی جو بالکل الہامی تھی
اور سارا مجمع محو حیرت تھا (یہ تقریر الگ سے پیش
خدمت ہو گی ۔ مدیر) لاہور جمعیۃ طلباء اسلام
نے ایک مقامی ہوٹل میں استقبالیہ دیا جس میں
آپ کے علاوہ حضرت مولانا عبید اللہ انور، مولانا
محمد اجمل، اور میاں محمد اجمل قادری نے خطاب
کیا (اسکی رپورٹ بھی الگ سے پیش خدمت
ہو گی) ۷ ار کی صبح کو آپ براہ واہگہ واپس
تشریف لے گئے اس موقعہ پر ان گنت حضرات
نے آپ کو رخصت کیا، رخصت کرنے والوں
کی آنکھیں اشکبار تھیں اور وہ اپنے عظیم دینی
و ملی رہنما کے خلف الرشید اور جانشین کے جو
خود بھی مجموعہ کمالات ہیں بار بار تشریف لانے
اور ہندی مسلمانوں کے اس بے تاج بادشاہ

اسلامی معاشرت
مسلسل

سونے کے مسائل

مولانا محمد یوسف صاحب
جامعہ اشرفیہ لاہور

(١) سونے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ داہنی کروٹ پر (پاؤں بطرف جنوب اور سر بطرف شمال) قبلہ کی طرف منہ کیجئے اور داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سوئیے اور بار بار بلاوجہ کروٹ نہ بدلئے

(٢) امام شافعیؒ فرماتے ہیں سونے کے چار طریقے ہیں،

(اول) تکیہ لگا کر سونا یہ صوفیاء و اولیاء کی عادت مبارکہ ہے جو بیدار دل کو مردہ دل پر فوقیت دیتے ہیں،

دوم، داہنی کروٹ پر سونا یہ انبیاء و علماء و متبعین سنت کا طریقہ ہے"

سوم، بائیں کروٹ پر سونا یہ سلاطین و متکبرین کی عادت ہے

چہارم، اوندھے ہو کر سونا یہ شیاطین کی عادت ہے"

(٣) چت لیٹ کر سونے میں کوئی مضائقہ نہیں، حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اکثر چت لیٹ کر سویا کرتے تھے

(٤) چت لیٹ کر آسمان کی طرف منہ کر کے عورت کو نہیں سونا چاہئے۔

(٥) اوندھے منہ ہو کر (الٹے ہو کر) سونا مرد و عورت دونوں کے لئے ممنوع ہے اور فرمایا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس ہیئت کو خدا اور رسول دونوں ناپسند کرتے ہیں"

[illegible]

نیز یہ تہذیب اور وقار کے بھی خلاف ہے

(٦) اطباء و ڈاکٹر حضرات کے نزدیک بائیں کروٹ پر سونا ہضم طعام میں مدد دیتا ہے لیکن مستقل اس کروٹ پر سونا پریشان کن خوابوں کا ذریعہ بنتا ہے کیونکہ بائیں طرف دل ہے تو اس طرف سونے سے سارا بوجھ بائیں طرف ہو گا اور یہ دل کے لئے مضر ہے لہذا بائیں کروٹ میں ایک مصلحت ہے اور ایک مضرت، تو دفع مضرت لازمی ہے لہذا داہنی کروٹ پر سونا چاہئے

کہاں سونا ممنوع ہے؟

(١) آدھی دھوپ اور آدھا سایہ میں سونا منع ہے کیونکہ حدیث شریف میں اسکی ممانعت آئی ہے، اور اس سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے،

(٢) سردیوں میں دھوپ میں نہ سونا چاہئے اس سے بدن میں سستی، اضمحلال اور اعضا میں کمزوری محسوس ہوتی ہے،

(٣) علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ چاندنی میں بھی نہ سوئیے اس سے رنگ زرد ہو جاتا ہے اور سر بھاری ہو جاتا ہے

(٤) فجر کے بعد طلوع آفتاب سے قبل بالکل نہ سوئیے اس سے رزق میں کمی ہو جاتی ہے (الحدیث) بعض عارف باللہ کہتے ہیں کہ روزانہ کا رزق صبح کے وقت تقسیم ہوتا ہے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ایک صبح حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے پاس تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پائے مبارک سے انکو جگایا اور فرمایا کہ ایسے وقت سو رہی ہو جبکہ رزق تقسیم ہو رہا ہے"، ترمذی شریف میں ہے کہ"

من نام حتی اصبح بال الشیطان فی اذنہ"

جو شخص دن چڑھے تک سویا رہتا ہے شیطان اسکے کان میں پیشاب کر دیتا ہے، یعنی غلط خیالات اور غلیظ اثرات دماغ میں ڈال دیتا ہے

(٥) عصر کے بعد نہ سوئیے علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت سونا تنگدستی کو پیدا کرتا ہے اور دوپہر کو سونا عقل کو زیادہ کرتا ہے اور شام کو سونا عقل و شعور کو نیست و نابود کر دیتا ہے

(٦) ایسی چھت پر جہاں کوئی منڈیر یا دیوار نہ ہو مت سوئیے اور حدیث میں ممانعت آئی ہے

(٧) تن تنہا مت سوئیے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں اکیلے سونے کو منع فرمایا ہے اور بسا اوقات تن تنہا سونے سے ندامت و پشیمانی اور پریشانی حاصل ہوتی ہے

(٨) دو مردوں اور دو عورتوں کو ایک بستر پر برہنہ ہو کر نہیں سونا چاہئے

(٩) دس برس سے زیادہ عمر والے لڑکے کو سوائے کسی محرم یا نامحرم عورت کے ساتھ نہ سونا چاہئے حتی کہ والدہ اور ہمشیرہ کے پاس

زمینداری کا شرعی نظام ۴

مولانا سید امین الحق صاحب
خطیب جامع مسجد شیخوپورہ

حضرت رافع کا اجتہاد

حضرت حنظلہ بن قیس زرقی انصاری تابعی نے حضرت رافع بن خدیج صحابی سے دریافت کیا ہے کہ نقدی سونے چاندی کے عوض زمین کا ٹھیکہ دینا کیسا ہے تو حضرت رافع نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ اپنی زمینوں کو اجرت پر دیتے تھے اور یہ شرط لگاتے تھے کہ پانی کی نالیوں کے سرے پر اور ان کے کناروں پر کھیت کے بعض معلوم حصوں میں جو پیداوار ہوگی وہ زمین کے مالک کیلئے ہوگی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ایک جگہ ان کی کھیتی برباد ہو جاتی اور دوسری جگہ کی بچ جاتی اور کبھی اس جگہ کی برباد ہو جاتی اور اس جگہ کی بچ جاتی اور اس زمانہ میں زمین کے کرائے پر اس کے سوا کوئی دستور نہ تھا اسلئے حضور نے سختی کے ساتھ اسکو منع فرمایا لیکن ایک متعین حصہ کے کرایہ پر دینے کے مزارعت کے معاملہ میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ بخاری، ابوداؤد ص $\frac{125}{2}$

بعض فضلاء نے حضرت رافع سے حضرت حنظلہ کی اس قسم کی روایات کا یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مزارعت کی ممانعت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اگر مزارعت کے معاملہ میں ایک فریق کا حصہ متعین اور دوسرے کا مشتبہ ہو یا دونوں کا یا دونوں سے ایک کا حصہ محض بخت و اتفاق پر منحصر ہو جائے تو ایسی مزارعت کے معاملہ کو حضور نے منع فرمایا ہے اور جہاں ایسی شرط نہ ہو تو اس کی مشروعیت میں کچھ شک نہیں ہے"

(اور یاد رہے کہ اس تحریر میں جہاں میں نے بعض یا ایک فاضل لکھا ہے اس سے مراد مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ میرے دل میں مولانا صاحب کے علم اور دینی خدمات اور استقامت کی بڑی قدر ہے مگر علمی مباحث میں ایسا تذکرہ کرنا کسی کے عیب نکالنے اور تنقیص کی علامت نہیں ہے) مولانا کے اس نتیجہ کے تسلیم کرنے میں ہمیں تامل ہے اور اس کے وجوہات یہ ہیں:

(۱) حضرت رافع بن خدیج کا اپنا معاملہ بالکل سیدھا سادا معاملہ تھا کسی قسم کی شرط اس میں مذکور نہیں ہے مگر حضور نے اس کو فسخ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے سودی معاملہ کیا ہے، ——— ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۷

(۲) حافظ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ حضرت رافع کا اپنا اجتہاد ہے اور انکا اپنا فتویٰ ہے وہ حضور کی حدیث مرفوع نہیں ہے اور حضرت حنظلہ کے علاوہ باقی تمام حضرات نے حضرت رافع سے بغیر کسی شرط کے مطلقاً کرایہ کی ممانعت کو روایت کیا ہے (محلی ابن حزم صفحہ ۲۲ جلد ۸)

حضور کی ممانعت سے حضرت رافع نے از خود یہ سمجھا ہے کہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ مجہول شے پر معاملہ ہوا ہے اور اگر حصہ متعین ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے مگر مجہول شے پر معاملہ کی ممانعت اور حصہ معلوم پر جواز کی یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حضرت رافع کا اپنا اجتہاد ہے نسائی نے لکھا ہے کہ حضرت رافع کے کلام میں صرف اتنا حصہ حدیث ہے کہ محاقلہ مزابنہ سے حضور نے منع فرمایا ہے"، باقی کلام کا حصہ حضرت سعید بن مسیب کی طرف سے امام مالک اور امام شافعی نے اس بقیہ کلام کو سعید بن مسیب کا قول نقل کیا ہے فتح الباری ص $\frac{20}{2}$"

حضرت رافع نے اگرچہ حضور کے زمانہ کا نام لیکر بیان فرمایا ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ حضور کو اس کا علم بھی ہوا تھا بلکہ ظہیر کے مذکورہ بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو اس سے پہلے مزارعت کے معاملہ کا علم نہیں تھا اور اگر علم ہو ابھی تھا اور حضور نے سکوت فرمایا تھا تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضور کے سکوت میں شرعی حکم نہیں ہوتا ہے بلکہ شرعی حکم کا ضابطہ حضور کا قول یا فعل ہوا کرتا ہے، اور حضور کے ارشاد میں مطلقاً مزارعت کی ممانعت ہے اس میں کسی شرط کا ذکر نہیں ہے" ———

(۳) حضرت رافع اگر اس شرط کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس وقت کا زمیندارانہ دستور جب بیان فرماتے ہیں تو اس رواج کی وضاحت میں وہ اس شرط کا ذکر کرتے ہیں جو ان کے رواج میں تھی اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضور کے ارشاد

ہیں کوئی ایسا فقرہ مذکور ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مزارعت کی ممانعت کی بنیاد یہی شرط ہے جو حضرت رافع نے بیان فرمائی ہے ،، —— ۴) عمران بن سہل حضرت رافع کے پوتے نے حضرت رافع سے کہا کہ ہم نے اپنی زمین دو سو روپیہ کرایہ کے عوض کرایہ پر دیدی ہے تو حضرت رافع نے جواب میں فرمایا کہ اس معاملہ کو فسخ کر دو اسلئے کہ حضور علیہ السلام نے زمین کے کرایہ سے منع فرمایا ہے (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۷ نسائی ص ۱۵۵ ج ۲)

اور حضرت رافع کہتے ہیں کہ میں نے حضور سے سنا ہے کہ زمین کو کسی شے کے عوض کرایہ پر مت دیجئے ، (نسائی ص ۱۵۵ ج ۲)

حضرت رافع کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نے بغیر کسی شرط کے اور خواہ حصہ معلوم ہو یا مجہول ، زمین کے کرایہ کی مطلقاً ممانعت کی ہے اور مذکورہ فتویٰ ان کا اجتہاد ہے ،، چونکہ نقدی کا رواج حضور کے زمانہ میں نہیں تھا اور حضورؐ کے عہد میں ان کے زمینداری کے رواج میں وہ شرط رکھی جاتی تھی ، اس لئے کبھی حضرت رافع کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ نقدی کا کرایہ جائز ہوگا اور اس شرط کے بغیر زمینداری صحیح ہوگی اور کبھی ان کو یہ خیال ہوتا ہے کہ حضور کے ارشاد میں مطلقاً کرایہ کی ممانعت نہیں ہے اور حضور کے ارشاد میں نقدی کی استثناء اور اس شرط کے بغیر جواز کی صراحت نہیں ہے اسلئے حضور کی ممانعت ان کو بھی شامل ہے اور پھر اسکو منع کرتے ہیں اور اس وجہ سے حضرت رافع سے دونوں قسم کے فتاویٰ مذکور ہیں —— واللہ اعلم بالصواب ،

حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا ! سونے چاندی کے عوض زمینوں کو کرایہ پر دیدیا کرو - ابوداؤد ص ۱۲۵ ج ۲ ، نسائی ص ۱۳۵ ج ۲

مزارعت کے باب میں یہی ایک روایت ملتی ہے جس سے ایجابی طور پر نقدی مزارعت کی مشروعیت کا گمان ہو سکتا ہے ، مگر حفاظ حدیث نے اس پر اعتراض کیا ہے حافظ ابن حزم نے لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن لبیبہ جو ابوداؤد اور نسائی کی روایتوں میں مذکور ہے غیر معروف ہے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون صاحب ہیں اور ان کے حالات کیا ہیں ؟ محلی ابن حزم ص ۲۲۳ ج ۸ ،

اور حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ محمد بن عکرمہ ابراہیم بن سعد کے علاوہ اس روایت کو دوسرا کوئی بیان نہیں کرتا تعجب ہے کہ ابراہیم بن سعد کے سوا محمد بن عکرمہ سے کسی دوسرے کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے ، فتح الباری ج ۵ ص ۱۹

نیز ایک اور طریقہ سے سعد بن ابی وقاص کی یہ روایت مذکور ہے مگر اس میں عبدالملک بن حبیب اندلسی ایک راوی ہے اور اسکے متعلق حافظ ابن حزم نے لکھا ہے کہ روایت کے لحاظ سے وہ مردہ ہے ، محلی ص ۲۲۳ ج ۸

اور حضرت رافع کے بیان میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ نقدی کے عوض زمین کے کرایہ کا رواج حضور کے زمانہ میں نہیں تھا اور اگر حضور نے اس کا حکم دیا تھا تو اس کا عام رواج ہوتا اور حضرت رافع کو اس کا علم ہونا بھی ضروری تھا ۔

بقیہ : سونے کے مسائل

سلانا بھی خلاف احتیاط ہے اور اسی طرح چھ برس سے زیادہ عمر والی لڑکی کو سوائے خاوند کے اور کسی کے پاس نہ سونا چاہیے حتیٰ کہ باپ اور بھائی کے پاس بھی سونا بڑی خطا ہے ،

۱۰) جب فرض نماز کا وقت ہو جائے اس وقت مت سوئیے یہ مکروہ ہے اور اگر نماز قضاء ہو جانے کا خوف ہو تو سونا حرام ہے

(۱۱) جب آپ مجلس میں شریک ہوں تو وہاں سونا خلاف تہذیب ہے اور اگر نیند کا غلبہ زیادہ ہو تو ایک طرف جاکر سو جائیے ،،

۱۲) اگر کوئی مہمان آیا ہے تو آپ بے پرواہ ہوکر نہ سوجائیے ورنہ مہمان کا دل ٹوٹ جائیگا اور اگر وہ آپ سے بڑا ہے تو انکی بے ادبی ہوگی

۱۳) کھانے کے بعد فوراً نہ سوئیے بلکہ اتنی دیر ٹھہریئے کہ جبتک کھانا ہضم نہ ہو جائے ، آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، تم لوگ کھانا کھاکر فوراً مت سو جاؤ جس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں ،،

۱۴) میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح چت مت لیٹو کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا ہو ، (مسلم شریف)

فرمان ربی

اگر شکر گذاری کروگے تو اور زیادہ دونگا ۔ اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بھی سخت ہے

کہوں کیا دوستو تم سے ہے کیا رتبہ محمد ﷺ کا
ہے اعلیٰ اور بالا عرش سے بھی روضہ محمد ﷺ کا

شہنشاہوں کی دولت اسکی نظروں میں نہیں جچتی
میسّر آگیا جس کو بھی نقش پا محمد ﷺ کا

وہ منظر کیا حسیں ہوگا جو ملتے ہوں گے یہ باہم
نگاہیں بوبکرؓ صدیق کی چہرا محمد ﷺ کا

میرے دل کے چمن میں کھِل اُٹھیں کلیاں محبت کی
کسی کے لب پہ نام پاک جب آیا محمد ﷺ کا

فقط یہ انگلیاں کیا کاٹ لیتیں وہ جگر اپنے
زنانِ مصر پر پڑتا جو لشکارا محمد ﷺ کا

ہے دریا موجزن رحمت کا آئے جسکا جی چاہے
نہ ہوگا خشک محشر تک بھی یہ دریا محمد ﷺ کا

زمین و آسمان و کوہ و دریا، گُلشن و صحرا
جدھر دیکھوں نظر آئے مجھے جلوہ محمد ﷺ کا

سکندر اور دارا بھی ترے محتاج ہو جائیں
تو سچے دِل سے ہو جائے اگر شیدا محمد ﷺ کا

وہ خُلوت ہو کہ جلوت ہو وہ محفل ہو کہ تنہائی
رہے ہر دم تصوّر ذہن میں آقا محمد ﷺ کا

سُنا ہے میں نے سایا اُسکے پیکر کا نہ ہوتا تھا
مرا دعویٰ ہے دو عالم پہ ہے سایا محمد ﷺ کا

درود پاک کثرت سے پڑھے دن رات اے مسلماں
جسے مطلوب ہو خوابوں میں نظارہ محمد کا

(سید سلطان گیلانی۔ شیخوپورہ)

صرف چار احادیث شریف انسان کے دین کے لئے کافی ہیں

ابوالمظفر ظفر احمد قادری، واہگہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد۔

حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے صرف پانچ کا انتخاب فرمایا ہے اس کے بعد امام ابوداؤد نے پانچ لاکھ احادیث میں سے صرف چار ہزار آٹھ سو کا انتخاب فرمایا ہے اپنی کتاب ابوداؤد شریف کے لئے اور ان میں سے صرف چار کا انتخاب فرمایا ہے کہ انسان کو اپنے دین پر عمل کرنے کے لئے کافی ہیں، چار تو وہی ہیں جن کو امام اعظم ابوحنیفہؒ نے منتخب کیا ہے اور ایک کو نہیں لیا کیونکہ اس کا مضمون ان میں آگیا ہے حضرت امام اعظم کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے، اور امام ابوداؤد کی ولادت ۲۰۲ھ میں ہوئی۔ گویا امام صاحب سے ۵۲ سال بعد پیدا ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوداؤد نے یہ قول امام اعظم سے لیا ہے امام اعظم فرماتے ہیں کہ ان چار حدیثوں میں سارا دین آگیا ہے اور بعض علماء کرام نے "النصح لکل مسلم" والی حدیث کو سب کا جامع بتایا ہے

"وہ چار حدیث شریف یہ ہیں"

حدیث شریف نمبر ۱ عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ لدنیا یصیبھا او امرأۃ ینکحھا فہجرتہ الی ما ھاجر الیہ۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال نیتوں سے (بنتے بگڑتے) اور موجب ثواب یا باعث عذاب ہوتے ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہو، سو جس کی ہجرت اسکی نیت میں اللہ تعالیٰ اور رسول پاک کی طرف ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اسکی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے لئے مان لی جائیگی اور جس کی ہجرت (اسکی نیت میں) دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اسکی ہجرت اسی کام کے اور مقصد کے لئے مان لی جاویگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔ (مسلم)

شیخ نے ارشاد فرمایا، جو کرو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کرو اگر کوئی نماز دکھاوے کی پڑھیگا کہ لوگ اسے بزرگ سمجھیں تو یہی نماز منہ پر ماری جائیگی"۔ سعدیؒ

برزمین چوں سجدہ کردم ز زمین ندا برآمد
"تو مرا خراب کردی بسجدہ ریائی"

اگر یہی سجدہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو بہترین عبادت ہے، مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی حدیث کے تحت اگر کوئی مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھے اسی کے ساتھ اعتکاف کی نیت بھی کرلے اہل اللہ کی زیارت کی نیت بھی کرلے تو ہر نیت پر پورا پورا ثواب ملیگا۔

حدیث شریف نمبر ۲ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی مومن کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اس حدیث پر آدمی عامل بن جائے تو سارے باہمی جھگڑے ختم ہو جائیں خود تو چاہے سوا سیر اور دوسروں کے لئے چاہے سیر تو پھر جھگڑے کیسے ختم ہوں اس حدیث میں حقوق العباد آگئے چونکہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اس حدیث کا مضمون اوپر والی حدیث میں آگیا ہے اس کو امام اعظم

نے مستقل شمار کیا ہے اور امام ابوداؤد نے ترک کر دیا ہے ۔“

حدیث شریف نمبر ۳

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ (ترمذی)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ بے فائدہ باتوں چیزوں کو چھوڑ دے ، ترمذی ،

لایعنی باتوں میں مشغول ہونے سے نہ دین کا نفع ہے نہ دنیا کا ،

فرمایا اخبار ریڈیو، سن لو، پڑھ لو، مگر یاد رکھو قبر میں منکر نکیر یہ سوال کرینگے تمہارا دین کیا ہے اسکی تیاری کرنی چاہئے ،

صوفیاء کرام کے ہاں پاس انفاس کی مشق اسی لئے کرائی جاتی ہے کہ آدمی کچھ بھی نہ کرسکے تو کم از کم سانس میں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے ۔ تمہارا ہر سانس نخل موسوی ہے ، یہ جزر و مد جواہر کی لڑی ہے ،

حدیث شریف نمبر ۴

الحلال بیّن والحرام بیّنٌ الخ حلال وحرام واضح ہے ، درمیان میں کچھ چیزیں مشتبہ ہیں اور مشکوک ہیں جو ان سے بچیگا وہ اپنے دین کو اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیگا ، اس کا نام تقویٰ ہے کہ جس چیز میں کھٹک ہو بعض علماء جائز کہیں بعض ناجائز ان کو چھوڑ دینا چاہئے کیوں جھگڑے میں پڑے ایک اور حدیث میں ہے کہ دَعْ مَا یریبك الی ما لا یریبك ، جو چیز تم کو شبہ میں ڈالے اسے چھوڑ دینا ہی بہتر ہے : صحیحہ باؤلہ

ایک اور اہم ارشاد عالی

فرمایا کہ شیخ الحدیث کوئی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اُسے بیس ہزار احادیث متناً و سنداً یاد نہ ہوں ، اس کے بعد محجّۃ یا حافظ کا درجہ ہے حافظ الحدیث وہ شخص ہے جس کو ایک لاکھ احادیث متناً و سنداً یاد ہوں اس کے بعد حجۃ کا درجہ ہے حجۃ وہ شخص ہے جس کو تین لاکھ احادیث شریف سند اور متن کے ساتھ یاد ہوں اسکے بعد حاکم کا درجہ ہے حاکم وہ ہے جسے تمام حدیثیں سنداً، جرحاً، تعدیلاً یاد ہوں ۔“

(تقریر بخاری صلا۶)

صحاح ستہ سمیت حدیث پاک کی (۱۱) مشہور کتابوں کا عطر و نچوڑ

مشکوٰۃ المصابیح

کے نام سے دنیائے اسلام کے چپہ چپہ پہ زیر درس و تدریس ہے ۔ اس معروف و متداول کتاب کا خلاصہ

حضرت الامام العارف الحکیم احمد علی لاہوری قدس سرہٗ نے

خلاصۃ المشکوٰۃ

کے نام سے مرتب فرمایا

جس میں بطور خاص ان احادیث و روایات کو جمع فرمایا جو ترغیب و ترہیب اور مختلف النوع علمی و فکری فتنوں سے متعلق امت کی رہنمائی کرتی ہیں ۔ ساتھ ہی ان روایات کا سلیس و سہل ترجمہ شامل ہے تاکہ اس گلدستہ سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکے ۔

شر و فتن کے اس دور میں اس کتاب کا مطالعہ اپنے دین و ایمان کی حفاظت اور اعمال صالحہ کا ضامن و کفیل ہے ۔

نئی خوبصورت طباعت کے باوجود تبلیغی مقاصد کے پیش نظر صرف ۵/- روپے میں یہ کتاب دستیاب ہے ۔

جلد حاصل کریں ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا ۔

(ناظم انجمن خدام الدین لاہور)

وقف لازم کی نحوی و معنوی تشریح

مولانا قاری محمد تقی الاسلام صاحب، مقیم ریاض سعودی عرب،،

نوٹ:- محترمی مولانا قاری محمد تقی الاسلام صاحب مقیم ریاض سعودی عرب، ہمارے انتہائی مخلص و مہربان اور قرآن کریم کے جانثار و عاشق ہیں، آپ کا یہ مضمون انتہائی وقیع اور قیمتی ہے اور لطف یہ کہ اسے استاذ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی زید مجدہم جیسے نابغہ اور عبقری نے ملاحظہ فرما کر تحسین فرمائی اور دعاؤں سے نوازا،
ہم موصوف کے شکریہ کے ساتھ مضمون پیش کر رہے ہیں ——— (ادارہ)

سورۃ البقرہ اس سورت میں آٹھ مقامات میں وقف لازم ہے،،

(۱) وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝ ع۲ "، یہاں وصل کرنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جملہ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ، بِمُؤْمِنِينَ کی صفت ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ وہ منافقین ایسے مومن نہیں ہیں جو کہ اللہ سے دھوکہ کرتے ہوں بلکہ خالص اور سچے مومن ہیں اور یہ مطلب واقع کے بالکل خلاف ہے، اور بمؤمنین پر وقف کرنے سے جملہ یخادعون اللہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ منافقین مومن بھی نہیں ہیں اور اللہ پاک سے فریب اور دھوکہ بھی کرتے ہیں"

(۲) بِهٰذَا مَثَلًا ع۳ " یہاں بھی وصل کرنے سے یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ جملہ یُضِلُّ بِهٖ، مَثَلًا کی صفت ہے اور اس صورت میں معنی یہ نکلتے ہیں کہ اللہ پاک کا اس مکھی اور مکڑی جیسی حقیر چیزوں کی اس مثال کے بیان کرنے سے مقصد کیا ہے جس مثال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بہتوں کو گمراہ کرتے ہیں پس مثال کا مقصد گمراہ کرنا ہی جاتا ہے، اور مثلاً پر وقف کرنے سے جملہ یضل بہ کا مستانفہ ہونا پوری طرح واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ اللہ پاک کا اس مثال کے بیان کرنے سے مقصد کیا ہے یہ تو مخالفین کی طرف سے سوال ہے پھر یضل بہ سے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب ہے کہ مثال کا مقصد یہ ہے کہ بہتوں کو تو اس سے گمراہ کر دیتے ہیں اور یہ وہ ہیں جو اس مثال پر اعتراض کر دیتے ہیں اور اس کو حقیر بتاتے ہیں، اور بہتوں کو اس سے ہدایت فرما دیتے ہیں، اور یہ وہ ہیں جو اس مثال پر ایمان لاتے ہیں اور اسکی تعظیم کرتے ہیں،

(۳) لَمِنَ الظّٰلِمِينَ ۝ ع۱۷ ، یہاں بھی وصل کرنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جملہ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ، الظالمین، کی صفت ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یا اے مخاطب اگر تم ان ضدی اہل کتاب کے کہنے پر چلو گے تو تم ایسے بے انصاف لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے جن کو ہم نے کتاب دی ہے، حالانکہ جن اہل کتاب کا یہاں ذکر ہے ان کا بے انصاف نہ ہونا بالکل ظاہر ہے اور الظالمین پر وقف کرنے سے جملہ الذین ... کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اگر تم ان کے کہنے پر چلو گے تو تم بے انصاف لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے، پھر آگے دوسرا کلام شروع ہو جاتا ہے اور مطلب یہ نکلتا ہے کہ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے ہیں پس جس طرح بیٹے کے اپنا بیٹا ہونے میں ان کو ذرہ برابر شبہ نہیں ہوتا اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ہونے میں بھی ان کو قطعاً شک نہیں ہے

(۴) مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ ع۲۶ یہاں وصل کرنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا جو اسکے بعد ہے وہ اس سے پیشتر والے الذین امنوا پر معطوف ہے، اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ کفار ایمان والوں سے بھی ٹھٹھا کرتے ہیں اور ان سے بھی جو شرک سے بچتے ہیں اور امنوا پر وقف کرنے سے جملہ والذین اتقوا کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور اس صورت میں معنی بالکل صحیح ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ کفار ایمان والوں سے ہنسی کرتے ہیں اور یہی ایمان والے جو شرک و کفر سے بچتے ہیں، قیامت کے دن ان ہنسی اڑانے والوں کی بہ نسبت اونچے درجے پر ہونگے اور یہ کفار ذلیل و حقیر ہونگے۔

یعنی دنیا میں کفار مؤمنین کو حقیر و ذلیل بتاتے ہیں اور قیامت میں اسکے برعکس معاملہ ہوگا اور خود کفار کا حقیر ہونا واضح ہو جائیگا ۔

نمبر ۵ ، مِنْ بَعْدِ مُوسٰی ، پ٢ ع٣٢ ، یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد اذ قالوا میں جو اِذْ ہے وہ اَلَمْ تَرَ کا ظرف ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ کیا تم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کے اشراف کو اس وقت نہیں دیکھا جب انہوں نے اپنے نبی سے یہ بات کہی تھی کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اس کے ساتھ مل کر اللہ کی راہ میں جہاد کریں ، اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہاں الم تر کے مخاطب وہ حضرات ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہیں اور یہ امر پوری طرح واضح ہے کہ اس زمانہ کے حضرات اس واقعہ کو اس زمانہ میں نہیں دیکھ سکتے جس میں یہ قصہ پیش آیا تھا اور موسٰی پر وقف کرنے سے جملہ اذ قالوا کا مستانفہ ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ کیا تم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کے اشراف کا قصہ دیکھا اور سنا نہیں اور یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا جب ان بنی اسرائیل نے اپنے وقت کے نبی سے یہ درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے اس صورت میں معنی کا بالکل صحیح ہونا ظاہر ہے

نمبر ٦ ، بعضهم على بعض ، ع٣٣ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ منهم من كلم الله ، بعض کی صفت ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض رسولوں کو دوسرے ایسے بعض رسولوں پر فوقیت دی ہے جن سے اللہ پاک نے کلام فرمایا ہے حالانکہ مقصد صرف فضیلت بتانا ہے اور بعض پر وقف کرنے سے جملہ منهم کا مستانفہ ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے اور آگے اس فوقیت کو بیان فرماتے ہیں کہ ان میں سے کچھ رسول ایسے ہیں جن کو اللہ پاک کی ہمکلامی کی نعمت نصیب ہوئی ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کو اونچے اونچے درجے ملے ہیں ،

نمبر ٧ ، اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ، پ٣ ع٣٥ ، یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اذ قال ابراهیم ، میں جو اِذْ ہے وہ اس سے اوپر والے اٰتٰىهُ اللّٰهُ کا ظرف ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ پاک نے نمرود کو اس وقت بادشاہی دی تھی جب اس سے ابراہیم علیہ السلام نے گفتگو فرمائی تھی حالانکہ اس کو حکومت پہلے ہی سے ملی ہوئی تھی اور الملك ، پر وقف کرنے سے جملہ اذ قال ، کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ نمرود نے جھگڑا اس لئے کیا تھا کہ اللہ پاک نے اس کو حکومت دی تھی اور یہ جھگڑے اور بحث کرنے کا قصہ اس وقت پیش آیا جب ابراہیم علیہ السلام سے حق تعالیٰ شانہٗ کے بارے میں مکالمہ کیا تھا

نمبر ٨ ، مثل الربٰوا ، پ٣ ع٣٨ ، یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ واحل الله البيع جو اس کے بعد ہے وہ اس سے اوپر والے جملہ انما البيع مثل الربٰوا پر معطوف ہے اور یہ جملہ بھی کفار کے مقولہ میں شامل ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ سود خوروں کو یہ سزا اس لئے ملیگی کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بیع بھی سود کی طرح ہے ، اور اللہ پاک نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے اور یہ معنی واقع کے بالکل مطابق ہیں کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ بیع حلال ہے اور سود حرام ہے اور اس صورت میں کفار کا گنہگار نہ ہونا ظاہر ہے حالانکہ مقصد یہ ہے کہ وہ گنہگار ہیں اور مثل الربٰوا پر وقف کرنے سے جملہ واحل الله کا مستانفہ ہونا اور پہلے کلام سے بالکل جدا ہونا واضح ہے اور اس صورت میں یہ کفار کے مقولہ میں شامل نہیں رہتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ کفار یہ کہتے ہیں کہ بیع سود کی طرح ہے پس دونوں حلال ہیں اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ ان کے رد میں فرماتے ہیں کہ بیع سود کی طرح کیونکر ہو سکتی ہے کہ بیع کو اللہ پاک نے حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے ١٢ ، ١٢

بدعت کا مفہوم یہ ہے

کہ دین اسلام میں اپنی طرف سے دین کے نام پر اضافہ کرنا۔ تمدن و معاشرت کے اعتبار سے جو ایجادات و ترقیاں نظر آتی ہیں ان کو بنیاد بنا کر بعض لوگ بدعات کے لیے راستہ ہموار کرتے ہیں حالانکہ یہ معاملات کو الجھانے والی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سواری کے لیے اونٹ گھوڑا استعمال ہوتا تھا لیکن آج ہوائی جہاز تک نوبت پہنچ چکی ہے۔ تو ہوائی جہاز ، موٹر اور ریل کا بنانا یا استعمال کرنا بدعت نہیں ہوگا بلکہ بدعت وہ امور شنیعہ ہوں گے جو روح اسلام کے بالکل منافی ہیں ۔ (ماخوذ)

امام بخاریؒ، بابر اور احمد دانش کے دیس میں (۲)

جناب ضیاء الحسن صاحب فاروقی

لینن چوک کی شاہراہ کے مشرق کی طرف حوض ہیں، فوارے ہیں، حکومت کے دفتر کی عمارت ہے، پارک ہیں، گلاب کے تختے ہیں، بید مجنوں کی الجھی الجھی شاخیں ہیں جن کا اپنا ایک حسن ہے قریب ہی ایک چھوٹا سا پہاڑی دریا ہے جسے انہار کہتے ہیں اس کے کنارے چہل قدمی کے لئے جو روش ہے اس پر درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سائے ہیں، فضا میں خوشبوؤں سے معمور پر کیف خنکی قلب و نظر کو تازہ کرتی ہے اور زبان پر بے اختیار سبحان اللہ کا ورد جاری ہو جاتا ہے انسان خدا کی کن کن نعمتوں کی تکذیب کریگا،

تاشقند میں دوسرا خوبصورت چوک نوائی تھیٹر چوک ہے، علی شیر نوائی (۱۵۰۱ء — ۱۴۴۰ء) تیموری خانوادہ کے سلطان حسین بن منصور بن بیقرہ (م ۱۵۰۶ء) کا لائق و فائق وزیر تھا اس کی علم دوستی اور اہل قلم اور شعراء کی سرپرستی تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے، مولانا عبد الرحمٰن جامی متوفی ۱۴۹۲ء اس کے گہرے دوستوں میں تھے اور وہ مولانا کی علمی قابلیت اور روحانیت کا قدر دان تھا،، اس عہد کے مشہور مصور بہزاد اور شاہ مظفر اور موسیقار گل محمد شیخ نائی اور حسین عودی، سبھی کی کامیابی اور شہرت میں اس کی سرپرستی اور سرپرستی کا حصہ تھا، وہ خود بھی ایک کامیاب موسیقار کمپوزر، مصور اور شاعر تھا،، ترکی زبان میں اس کی شاعری بے مثل سمجھی گئی ہے فارسی میں بھی وہ شعر کہتا تھا اور فانیؔ تخلص رکھتا تھا لیکن ترکی کے مقابلے میں اس کی فارسی شاعری پھیکی ہے، طبعاً وہ صوفی تھا، کہا جاتا ہے کہ مولانا جامیؔ نے اسے نقشبندی سلسلے میں مرید بھی کیا تھا ایسے عظیم فنکار اور ایسی پہلودار اور دلآویز شخصیت کی یاد کو اہل ازبکستان نے طرح طرح سے زندہ رکھا ہے، نوائی تھیٹر کی عمارت خوبصورت ہے اور اس کی محرابیں اور دراز وں میں سنگ تراشی کے فنکارانہ نمونے دامن دل کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں جی چاہتا ہے کہ دیکھتے رہئے،،

۱۹۶۶ء میں تاشقند کا تقریباً نصف حصہ زلزلے کے شدید جھٹکوں کے سبب تباہ و برباد ہو گیا تھا اور ہزاروں کی تعداد میں مرد عورتیں بچے، لقمۂ اجل بن گئے تھے ہم نے شہر کا یہ حصہ دیکھا تو وہاں بلند عمارتیں نظر آئیں زلزلے کی تباہی کے آثار دکھائی نہ دیئے، معلوم ہوا کہ شہر کے اس علاقہ کی تعمیر نو میں سوویٹ دیس کی سبھی قوموں نے دل کھول کر حصہ لیا ہے اور صرف سامان اور پیسے ہی مدد نہیں کی بلکہ کاریگر اور انجینئر بھیج کر گہری انسانی دوستی کا ثبوت دیا ہم نے زیر زمین ٹیوب میں بیٹھ کر تاشقند کے شہریوں کی شرافت و مروت اور صفائی ستھرائی کے اعلیٰ ذوق کا تجربہ بھی کیا ٹیوب کا کافی حصہ منصوبے کے مطابق بن چکا ہے میں ٹرین میں داخل ہوا تو مجھے دیکھتے ہی ایک خاتون اور ایک نوجوان لڑکا دونوں کھڑے ہو گئے اور سیٹ بھی پیش کی میں نے خاتون سے درخواست کی کہ وہ تشریف رکھیں،، اور نوجوان سے کہا کہ ہم ایک دوسرے کو شکر گذار ہونے کا موقعہ دے سکتے ہیں اور میں ان کی سیٹ پر بیٹھ گیا خاتون کا کھڑے ہو کر سیٹ پیش کرنا خالص مشرقیت تھی ورنہ مغربیت کا تقاضا کچھ اور ہوتا، یہ پیش کش بالکل بے ساختہ تھی اس میں کوئی تصنع یا تکلف نہ تھا اس سفر میں مشرقیت کے ایسے اور اس طرح کے دوسرے تجربے بار بار ہوتے اور اسی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ باوجود ترقی اور خوشحالی کے سوویٹ وسط ایشیا کا نیا تمدن وہاں کی مشرقیت کو ختم نہیں کر سکا

ٹیوب سے نکلے تو ایک چائے خانے میں پہنچے یہ سن رکھا تھا کہ چائے خانوں کو اس علاقے کی معاشرتی زندگی میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے، جس چائے خانے میں ہم پہنچے وہ ایک بڑے باغ میں تھا جس میں دریا کے پانی کی چھوٹی چھوٹی کئی نہریں جاری تھیں صاف اور شفاف پانی، انہیں نہروں کے درمیان چار پانچ انچ جیسے اونچے اور بڑے لکڑی کے تخت کی شکل کے چائے خانے تھے اوپر گھنے درختوں کا سایہ تھا وہ ایک پر لکڑی کی ہی چھت تھی نیچے تخت کے چاروں طرف خوبصورت ریلنگ تھی، تخت پر قالین بچھے تھے، کہیں کہیں نیچی چوکیاں بھی تھیں جن پر شطرنج کی بساط بھی تھی، کچھ بوڑھے اور ادھیڑ عمر کے لوگ

ریلنگ کے سہارے بیٹھے تھے، سامنے چائے تھی اور گپ شپ جاری تھی ایک گوشے میں چائے خانے کی پختہ اور خوبصورت عمارت تھی اس میں داخل ہوئے تو ایک طرف کاؤنٹر تھا پھر کچھ کرسیاں اور میز جن پر دو تین ازبک خاندان کے افراد (جن میں عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی) بیٹھے تھے پھر دوسرے سرے پر فرشی نشست کا ایک اونچے پلیٹ فارم پر انتظام تھا جس پر خوشنما قالین بچھے تھے پر سکون ماحول تھا ہم ایک میز کے گرد بیٹھ گئے چائے اور سموسے آئے سموسے تندوری تھے اور ان میں قیمے بھرے تھے، یہاں سموسے تلے ہوئے نہیں ہوتے تندوری ہوتے ہیں سموسے گرم اور لذیذ تھے، چائے کا معاملہ یہ ہے کہ اس علاقے میں پیالیوں اور پرچوں کی بجائے پیالے ہوتے ہیں، چینی کے بغیر دستے کے سبک نقشین خوبصورت پیالے، پیالوں میں کیتلی سے چائے ڈالتے رہیئے اور پیتے رہیئے اس پورے سفر میں باکو تک پیالیوں کی بجائے پیالے ہی ملے انہیں پیالہ ہی کہا جاتا ہے، وسط ایشیا میں لوگ چائے کے شوقین ہیں اسی لئے چائے خانے شہروں، قصبوں، گاؤں میں بھی ہوتے ہیں پارکوں اور سیر گاہوں میں بھی یہاں تک کہ خوشحال گھروں کے صحنوں کے اندر بھی، چائے خانے ایک روایت بن گئے ہیں، اور یہ روایت یہاں کی سماجی زندگی کا ایک ضروری حصہ ہے ایک اور خصوصیت ان چائے خانوں کی میں نے یہ دیکھی کہ سب صاف ستھرے تھے، مرغیاں چلتے ہوئے ایک چھوٹی سی بستی میں معمولی درجہ کے چائے خانے پر نظر پڑی تو وہاں بھی صفائی پائی اس بات سے ہیں بہت متاثر ہوا، میرے ذہن میں خیال آیا کہ ایک یہ مسلمان ہیں جنہیں پاکی اور صفائی کا اتنا خیال ہے اور ایک ہم ہندوستانی مسلمان ہیں جن کے بارے میں یہ مشہور ہوگیا ہے کہ اگر کسی شہر کے گندے محلے میں سے گذر ہو تو سمجھ لو کہ یہ مسلمانوں کا محلہ ہے اس بات میں اگرچہ ایک حد تک مبالغہ ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وسط ایشیا میں صفائی کا جو معیار ہے اس کی گرد کو بھی عام ہندوستانی مسلمان نہیں پہنچ سکتے، مذہب اسلام میں صفائی اور پاکی کی بڑی تاکید آئی ہے اور اس سلسلے میں احادیث بھی وارد ہوئی ہیں لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ اس اصول پر وسط ایشیاء کے مسلمان عامل ہیں یا ہم ہندوستانی مسلمان جن کا دعویٰ اکثر یہ ہوتا ہے کہ اسلام اگر باقی ہے تو ہندوستان میں"

تاشقند کی سیر سے کوئی ڈھائی بجے ہم اپنے ہوٹل میں واپس آئے بھوک خوب چمکی ہوئی تھی اس لئے فوراً لنچ ہوا، پھر ہم سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے ظہر کی نماز پڑھ کر میں لیٹ گیا تھکا ہوا تھا اس لئے سو گیا کوئی چھ بجے اٹھا عصر کی نماز کے لئے وقت کم تھا جلدی جلدی نماز پڑھی اور پھر کچھ پڑھنے میں مصروف ہو گیا، اس دن پھر ہم ادھر نہیں گئے"

دوسرے دن یعنی ۲ر جولائی کا مجھے بے چینی سے انتظار تھا کیونکہ اس دن ہمیں یعنی باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کو مفتی بابا خان رخانوف، ضیاء الدین ابن ایشان بابا خان سے ملنا تھا، انھوں نے ہمیں پرانے تاشقند میں براخان مدرسہ میں جس کے قریب ہی ان کی رہائش ہے مدعو کیا تھا، ہم لوگ پرانے تاشقند میں سڑکوں سے گذرتے ہوئے جنہیں نئے تاشقند کی چوڑی سڑکوں کے مقابلے میں گلیاں ہی کہا جا سکتا ہے، دس بجے وہاں پہنچا، یہ گلیاں صاف ستھری تھیں جن کے دونوں طرف پرانی وضع کے مکان تھے، بعض مکان دو منزلہ بھی تھے، مکانو کے صحن میں سیب اور شفتالو، اور بہی کے درخت پھلوں سے لدے کھڑے تھے اور انگور کی بیلیں بھی ازبکوں کی خوش ذوقی کی ترجمانی کر رہی تھیں، ہماری موٹروں کے قافلے کے استقبال کے لئے گھروں کے باہر مرد اور عورتیں اور بچے کھڑے تھے اپنے قومی لباس میں، یہاں بیشتر عورتوں اور لڑکیوں کے لباس میں جو بات نمایاں تھی وہ تنگ پائچوں کی اونچی شلوار اور لمبے کرتے یا فراکیں تھیں نوجوان عورتوں کے سر پر اسکارف اور بوڑھی عورتوں کے سر پر چادر جس سے چہرے کا ایک حصہ ڈھکا ہوا، چھوٹے بچوں کے سر عام طور پر استرے سے منڈے ہوئے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مردوں میں یہاں لمبے بالوں کو پسند نہیں کیا جاتا ہاں عورتیں اپنے بال توجہ سے بڑھاتی ہیں، براخان مدرسہ کے اونچے دروازے پر پہنچے تو ہمارا شاندار استقبال ہوا یہ مدرسہ سولہویں صدی میں تعمیر کیا گیا تھا اس کی عمارت قابل دید ہے اب اسی مدرسہ میں وسط ایشیا اور قزاقستان کے مسلم مذہبی بورڈ کا دفتر ہے، مدرسہ کے ایک خوبصورت بڑے کمرے میں جس کی دیواروں پر قدیم طلا کاری کے بہترین اور دیدہ زیب نقش دیکھنے کو ملے، مفتی صاحب سے ہماری ملاقات ہوئی ان سے مل کر طبیعت خوش ہوئی، تدبر دانش مندی اور تواضع و انکسار کے پیکر جیسے

پر عبادت و ریاضت کی تابانی اور وضع قطع
سے علم دین کے اچھے ترجمان، سلام وکلام
اور تعارفی مراسم کے بعد وہ ہمیں مدرسے سے
متصل ٹیلہ شیخ مسجد دکھانے لے گئے جس کا
صحن بہت وسیع ہے مسجد خاصی بڑی ہے
اور مسقف حصہ کافی ہوادار، اس کے ایک
طرف مہمانوں کے لئے کمرے بنے ہیں اور امام
و مؤذن وغیرہ کے کمرے بھی ہیں ایک طرف
طہارت خانہ اور وضو خانہ ہے بڑے صاف
ستھرے، وضو خانے میں قدیم طرز کے صراحی
نما بڑے اور وزنی لوٹے جن میں ایک طرف دستہ
اور دوسری طرف ٹونٹی، مسجد ہی کے احاطے
میں ایک طرف کتاب خانہ (لائبریری) ہے جس
میں کوئی پچیس ہزار منتخب کتابیں ہیں یہاں
وہ قدیم مخطوطے دیکھنے کو ملے جو بڑی محنت
اور توجہ سے جمع اور محفوظ کئے گئے ہیں، میں نے
اس کتاب خانے میں خاصا وقت گذارا باہر
نکلا تو سبز چائے کا ایک دور ہو چکا تھا دوسرے
کی تیاری تھی باباخان نے مجھ سے پوچھا کہاں
چھپے ہوئے تھے فوراً چائے منگائی گئی اور
"پیالہ گیرو" "خوش باش" کی آواز سنائی دی
میں نے کہا جی ہاں، جی ہاں،

"ما در پیالہ عکس رُخِ یار دیدہ ایم"

۳ر ۴ر جولائی کانفرنس کی تاریخیں تھیں،
کانفرنس میں شرکت کے لئے ٹیونس، لبنان
شرق اردن، عراق، کویت، ایران، ترکی،
بلغاریہ، ابی سینیا، اور جاپان سے مفتی، علماء،
اہل قلم اور صحافی آئے تھے ان کے علاوہ روس
کے مختلف ری پبلکس کے نمائندے تھے، ایک
عیسائی عالم بھی تھے جو ماسکو سے تشریف
لائے تھے اور روسی آرتھوڈوکس چرچ کے
نمائندہ تھے ان کی حیثیت مشاہد کی تھی۔

کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا
تلاوت ایک نہایت اچھے اور نوجوان قاری
نے کی اس کے بعد مفتی ضیاء الدین باباخان
ابن ایشان باباخان نے مہمانوں کا خیر مقدم
کرتے ہوئے افتتاحیہ خطبہ دیا جس میں سوویٹ
یونین کے مسلمانوں کی مذہبی زندگی اور ان
کی مساجد، مقابر، مدارس، تہذیبی آثار اور
علماء اسلام کی دینی خدمات کا تذکرہ تھا اس
عہد میں سوویٹ دیس کے مسلمانوں نے جو
تہذیبی، علمی، اور معاشی ترقی کی ہے اسے
بھی بیان کیا گیا تھا، امن عالم، حقوق انسانی
اور فلسطین جو ساری حق پرست دنیا کا مسئلہ
بن گئے ہیں ان کی طرف بھی توجہ دلائی گئی
تھی اور یہ بتایا گیا تھا کہ ان امور و مسائل
میں سوویٹ یونین کے مسلمانوں نے بھرپور
دلچسپی لی ہے اور وہ دنیا کے سامراجیوں
کے خلاف صف آرا رہے ہیں،

اس کے بعد وسط ایشیا کے اور قازقستان کے
مسلم مذہبی بورڈ کے ڈپٹی چیئرمین ڈاکٹر یوسف
شاکر نے تقریر کی ان کی تقریر لکھی ہوئی تھی
اور انگریزی میں تھی، اپنی تقریر میں انہوں
نے کہا کہ "پوری تاریخ انسانیت میں اللہ
تعالیٰ کے رسولوں اور نبیوں نے اپنی اپنی قوم
کو امن و آشتی اور دوستی و محبت کی تعلیم دی
اور ان کی تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ بنی نوع انسان نے
ہمیشہ پرامن زندگی کے لئے جد و جہد کی ہے
میں اس موقع پر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں
کہ ہمارے مقدس مذہب اسلام نے آغاز کار
ہی سے جزیرہ نمائے عرب کے مختلف قبیلوں
کو دوستی، محبت اور پرامن بقائے باہمی
کا پیغام دیا اور جب وہ جزیرہ نمائے عرب
کی سرحدوں سے باہر پہنچا تو وہاں بھی اسکی
یہی تعلیم تھی...... ہمارے ملک کے مسلمان
جن کا ایمان قادر مطلق اللہ تعالیٰ پر پختہ ہے
اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ سارے مسلمان
آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اسی
لئے وسط ایشیا اور قازقستان کے مسلم مذہبی
بورڈ نے ہمیشہ اس امر کی کوشش کی ہے
کہ دوسرے ملکوں کے مسلمانوں سے سوویٹ
یونین کے مسلمانوں کا رشتہ مضبوط سے مضبوط
تر کیا جائے...... اور اس سلسلے میں ہمارے
رسالے مسلمز آف دی سوویٹ ایسٹ نے
نمایاں حصہ لیا ہے"

اس دن جلسے میں اور کئی تقریریں ہوئیں جو
عربی میں تھیں، ان تمام تقریروں میں وسط
ایشیا اور قازقستان کے مسلم مذہبی بورڈ کے
نائب صدر ڈاکٹر عبد الغنی عبد اللہ کی تقریر
نہایت عالمانہ اور معلومات سے پر تھی وہ
مذکورہ رسالے کے مدیر ہیں اور کئی زبانیں
جانتے ہیں یہ رسالہ اسوقت چار زبانوں
ازبک، عربی، انگریزی، اور فرانسیسی میں
چھپتا ہے جلد ہی اسے روسی اور دنیا کی باقی
زبانوں میں چھاپنے کا منصوبہ بھی ہے"

پروگرام کے مطابق ۳ر جولائی کو کانفرنس ڈیڑھ
بجے تک چلی، اس کے بعد ٹیلہ شیخ مسجد میں ظہر
کی نماز پڑھی گئی نماز میں کوئی ڈھائی تین سو
آدمی ہونگے سنتوں اور نوافل کے بعد ایک
قاری نے کلام پاک کے ایک رکوع کی تلاوت
کی ازبک زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا اور
پھر دو تین منٹ تک دعا ہوئی، اس کے بعد
لبنان کے مہمان مفتی حسن خالد نے نہایت

پاکستانی اہل قلم کی ڈائریکٹری

محمد اسحاق بھٹی

بہ اہتمام :- اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد
نگران اعلیٰ :- مسیح الدین احمد صدیقی۔
ڈائریکٹر جنرل اکادمی ادبیاتِ پاکستان، اسلام آباد
مرتبہ :- فرید احمد - و حسن عباس رضا
صفحات :- ۴۹۶ - کتابت، طباعت، کاغذ عمدہ - مجلد مع سرورق، قیمت درج نہیں

جناب پروفیسر مسیح الدین احمد صدیقی صاحب گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں علم و تحقیق سے ان کو خاص تعلق اور قلبی لگاؤ ہے، اس کے ساتھ ہی اللہ نے انکو اس خوبی سے بھی نوازا ہے کہ وہ اصحاب علم، ارباب تحقیق اور ادبا و شعرا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان سے انتہائی ربط و محبت رکھتے ہیں اس دور میں یہ بہت بڑی خوبی ہے جس سے اللہ نے انکو بہرہ ور فرمایا ہے۔ — اکادمی ادبیات پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے انہوں نے اپنی نگرانی میں "پاکستانی اہل قلم کی ڈائریکٹری" مرتب کرا کے ملک کے محققین اور ادیبوں کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔

اہل قلم ملک و قوم کو عمدہ ترین افکار و خیالات کا سرمایہ مہیا کرتے ہیں اور ان کی ذہنی و فکری جلا کا باعث بنتے ہیں لیکن خود انکی اپنی شخصیت عام طور پر لوگوں کی نظر سے اوجھل رہتی ہے جناب صدیقی صاحب ممدوح نے اس متاع عظیم کو اس کتاب کے ذریعے ہر حلقے میں متعارف کرا دیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کوشش ہے اور اس کی اولیت کا سہرا صدیقی صاحب کے سر بندھتا ہے۔

اس ڈائریکٹری میں حروف تہجی کی ترتیب سے اہل قلم کے نام، سن پیدائش، پیشہ، تحریر کی زبان، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابیں، مکمل پتے وغیرہ درج ہیں، کتاب کے مرتبین جناب فرید احمد اور حسن عباس رضا نے یہ اہم کام بڑے سلیقے سے سر انجام دیا ہے۔

"پاکستانی اہل قلم کی ڈائریکٹری" کے علاوہ اکادمی ادبیات پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل پروفیسر صدیقی صاحب نے "اکادمی ادبیات پاکستان" کے افتتاح کی روئداد بھی شائع کر دی ہے اس کے مرتب بھی جناب فرید احمد اور جناب حسن عباس رضا ہیں، اکادمی کا باضابطہ افتتاح ۱۱ر اپریل ۱۹۷۹ء کو صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے کیا، اس موقعہ پر ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے ادیبوں، شاعروں، اور دانشوروں سے صدر مملکت نے خطاب فرمایا، اس سے پہلے وفاقی وزیر تعلیم جناب محمد علی خان صاحب ہوتی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا،

قومی ادبی مذاکرے کی یہ روئداد ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے کتابت، طباعت، کاغذ عمدہ ہے، مذاکرہ ۱۱ر ۱۲ر ۱۳ر اپریل ۱۹۷۹ء کو منعقد ہوا تھا،

پاکستانی اہل قلم کی ڈائریکٹری اور قومی ادبی مذاکرے کی افتتاحی روئداد کی ترتیب و اشاعت پر جناب پروفیسر مسیح الدین احمد صدیقی صاحب اہل قلم اور ادیبوں کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

فصیح عربی میں تقریر کی، تقریر میں ایک بات یہ بھی آئی کہ اسلام میں رنگ اور نسل کا کوئی امتیاز نہیں، اور تقویٰ ہی بڑائی کا معیار ہے اسی سلسلے میں حضرت بلال حبشیؓ کا ذکر آگیا، اس کا ادیس ابابا (ایتھوپیا) کے مہمان الحاج عمر حسینی پر بہت اثر ہوا یہ تاثر ان کے چہرے سے صاف نمایاں تھا، آخر میں ان سے نہ رہا گیا اور مفتی حسن خالد کی تقریر کے بعد وہ خود کھڑے ہو گئے اور کوئی دس منٹ تک بڑے جوش کے ساتھ اسلام کے عالمگیر برادری کے تصور کے موضوع پر بولتے رہے عربی میں ان دونوں تقریروں کا ازبک زبان میں ترجمہ ہوا، میں نے دیکھا کہ میرے قریب بیٹھے ادھیڑ عمر کے ایک ازبک کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے میں نے مجمع پر نظر ڈالی تو کئی ازبکوں کی آنکھوں پر ان کے رومال تھے اس منظر سے میری آنکھیں بھی نم ہو گئیں، میں نے سوچا کہ جس سرزمین پر صحابہ اور تابعین کے قدم پہنچے ہیں اور جس خاک سے امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر محدث اٹھے ہیں اور جہاں کی خلوتوں میں صدیوں اللہ کا نام بلند ہوا ہے اور جلوتوں میں اذانیں گونجی ہیں اس سرزمین سے اسلام کبھی فنا نہیں ہو سکتا، یہ مٹی ذرا بھی نم ہو جائے تو بہت زرخیز ہے، بہت زرخیز ہے،،

حضرت عدیؓ بن حاتم طائی

محمد اقبال شیخ

آنحضرتؐ سخی باپ کے فیاض بیٹے کی عزت فرماتے تھے

حضرت عمرؓ فاروق نے کہا! تم اُس وقت اسلام لائے جب لوگ کفر میں مبتلا تھے‘

حضرت عدیؓ مشہور عالم سخی حاتم طائی کے فرزند تھے اور مذہباً عیسائی تھے۔ ان کا خاندان طویل عرصے سے قبیلہ طے پر حکمرانی کرتا چلا آ رہا تھا اور ظہور اسلام کے وقت عدی خود قبیلہ طے کا حکمران تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل فتوحات حاصل ہوئیں اور فتوحات کے ساتھ ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر و اقتدار اور اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا، تو عدی کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر یہی حالت رہی تو بہت جلد اسے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر اطاعت خم کرنا پڑے گا۔ دوسرے فرمانرواؤں کی طرح ان کی نخوت کو بھی ایک معمولی قریشی کی ماتحتی اور حکومت گوارا نہ تھی لیکن ایک طرف اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا ان کے بس کے باہر تھا دوسری طرف حکمرانی کا غرور اسلام کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ اس لیے انھوں نے یہی مناسب سمجھا [illegible] وطن کر کے کہیں اور جا بسیں۔ چنانچہ جونہی مسلمان لشکر ان کی حدود کی طرف بڑھے، عدی اپنا وطن چھوڑ کر شام چلے گئے۔ عدی خود تو شام چلے گئے لیکن اتفاق سے ان کی ایک عزیز رشتہ دار خاتون پیچھے رہ گئی جو کہ مسلمان لشکر کے ساتھ آگئی۔ وہ خاتون حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تو رحمتِ دو عالم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عزت و احترام کے ساتھ عدی کے پاس شام جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اس خاتون کو اس کے شایان شان لباس اور اخراجات سفر کا انتظام کر کے بحفاظت تمام روانہ کر دیا گیا۔ وہ خاتون سیدھی عدی کے پاس شام پہنچیں اور عدی سے شکوہ کیا کہ تم بڑے خودغرض نکلے ہو کہ اپنے اہل و عیال کو تو شام اپنے ساتھ لے آئے لیکن مجھے تنہا وہاں چھوڑ آئے۔ عدی نے شرم و ندامت کے ساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور معافی مانگ کر اپنی رشتہ دار خاتون کو راضی کر لیا۔ چند دن گزرے تو عدی نے اس خاتون سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو وہ خاتون بولیں کہ میری رائے میں تمہیں جس قدر جلد ہو سکے ان سے ملنا چاہیئے۔ اگر وہ نبی ہیں تو ان سے ملنے میں سبقت کرنا شرف و سعادت ہے اور اگر بادشاہ ہیں تو بھی یمن کا ایک باعزت فرمانروا اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس خاتون کا مشورہ عدی کو پسند آگیا اور وہ اسی وقت شام سے مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے اور مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام پوچھا اور جب معلوم ہوا کہ وہ حاتم طائی کے بیٹے ہیں تو انہیں ساتھ لے کر کاشانۂ اقدس کی طرف چلے۔ راستہ میں ایک بوڑھی عورت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کر لیا اور دیر تک آپ سے باتیں کرتی رہی ا[illegible] عدی کے دل پر بہت اثر ہوا کہ ایک معمولی عورت کے ساتھ سر راہ کھڑے ہو کر آپ گفتگو میں مصروف ہیں۔ گھر پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اصرار کے ساتھ عدی کو ایک گدے پر بٹھایا۔ اور خود زمین پر بیٹھ گئے آپ کے اس اخلاق نے عدی کو گرویدہ بنا لیا۔ اور وہیں قبول اسلام کر لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نئے مسلمان سے اس کے رتبہ کے مطابق کام لیتے تھے اور اسلام سے پہلے جس کا جو رتبہ تھا اس کو اسلام کے بعد برقرار رکھتے تھے۔ عدی قبیلہ طے کے حکمران تھے اس لیے اسلام کے بعد بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی کو طے کی امارت پر سرفراز فرمایا۔

سنہ ۱۲ھ میں جب حضرت عمرؓ نے عراق کی فتوحات کی تکمیل کے لیے تمام ممالک محروسہ سے فوجیں طلب کیں تو عدی بھی اپنے قبیلہ کے آدمیوں کو لے کر شرکت جہاد کے لیے پہنچے

اور امیر العسکر مثنیٰ کے ساتھ حیرہ کے معرکہ میں شریک ہوئے
اور اس کے بعد بھی اور معرکوں میں بھی ہمرکاب رہے اور دادِ
شجاعت دی۔ جب مدائن پر فوج کشی ہوئی اور کسریٰ کا خزانہ
مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی ایک پیشگوئی جو کسریٰ کے بارے میں آپ نے کی تھی اپنی
آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھ لی۔ عدی حضرت خالدؓ بن ولید
کے ہمراہ شام کی جنگوں میں شامل ہوئے اور فتوحات بھی حاصل کیں۔

حضرت عثمانؓ کے طرزِ عمل سے عدی کو اختلاف تھا
اس لیے ان کے زمانہ میں بالکل خاموش رہے۔ ان کی شہادت
کے بعد حضرت علیؓ اور دوسرے اکابر صحابہ میں اختلاف ہوا تو
حضرت عدی نے حضرت علیؓ کی نہایت پرجوش حمایت کی چنانچہ
جنگِ جمل میں وہ حضرت علیؓ کے ساتھ ساتھ رہے۔ بصرہ کے
قریب حضرت علیؓ نے جب اپنی فوج کو مرتب کیا تو قبیلہ طے
کا علم عدی کو عنایت کیا اور وہ نہایت جانبازی سے لڑے،
جس میں ان کی ایک آنکھ کام آگئی۔

ایک دن جبکہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور عراقی فوجیں
پراگندہ ہو رہی تھیں، حضرت علیؓ علیحدہ ایک دستہ کو لیے صف
آرا تھے، عدیؓ کو حضرت علیؓ نظر نہ آئے تو آپ کی تلاش میں نکلے
اور ڈھونڈ کر عرض کیا کہ اگر آپ صحیح سالم ہیں تو معرکہ سر کرنا کچھ
مشکل نہیں ہے میں آپ کی تلاش میں لاشوں کو روندتا ہوا آپ
تک پہنچا ہوں۔ اس دن سب سے زیادہ ثابت قدمی عدیؓ نے
دکھائی تھی۔ ان کا ماتحت دستہ ربیعہ اس بہادری سے لڑا کہ حضرت
علیؓ کو کہنا پڑا کہ ربیعہ میری زرہ اور تلوار ہیں۔ صفین کے بعد
نہروان کا معرکہ گرم ہوا اس میں بھی عدی حضرت علیؓ کے دست راست
تھے۔ غرض شروع سے آخر تک وہ برابر حضرت علی رضی اللہ
عنہ کے جانثار تھے۔

یوں تو حضرت عدی کی ساری زندگی خالص مذہبی تھی۔ لیکن
نماز اور روزوں کے ساتھ خاص شغف تھا۔ نماز کے لیے یہ
اہتمام تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے تھے کبھی اقامت کے وقت
وضو کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ ہر وقت نماز میں دل لگا رہتا تھا
اور نہایت اشتیاق سے نماز کے وقت کا انتظار کرتے رہتے
تھے۔ روزہ کی شرائط کی ایسی سختی سے پابندی کرتے تھے
کہ آیت "یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لیے سفید
دھاگہ سیاہ دھاگے سے" نازل ہوئی تو سوتے وقت سیاہ اور
سفید دھاگے تکیہ کے نیچے رکھ لیتے تھے اور اس سے سحری کے
وقت کے اختتام کا اندازہ لگاتے تھے لیکن سیاہی اور سفیدی
میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ہنس کر فرمایا "معلوم ہوتا ہے
تمہارا تکیہ بہت لمبا ہے۔ اسود و ابیض سے مراد رات و دن ہیں۔"

حضرت عدی اپنے ذاتی اور خاندانی فضائل کی وجہ سے
بڑی عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ جب رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؐ ان کے
لیے جگہ خالی کر دیتے۔ خلفاء کے یہاں بھی یہی قدر قائم تھی ایک
دفعہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ آئے اور ان سے مل کر پوچھا
"آپ نے مجھے پہچانا" حضرت عمرؓ نے فرمایا پہچانتا ہوں تم
اس وقت ایمان لائے جب لوگ کفر میں مبتلا تھے۔ تم نے اس
وقت حق کو جانا جب لوگ دھوکہ دے رہے تھے اور تم اس
وقت آئے جب لوگ پیٹھ پھیر رہے تھے۔ سب سے پہلا صدقہ
جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے چہروں کو
بشاش کیا وہ تمہارے قبیلہ طے کا تھا۔

عدی کو سخاوت و فیاضی ورثے میں ملی تھی۔ ان کا دروازہ
ہر وقت ہر کسی کے لیے کھلا رہتا تھا ایک دفعہ کسی نے دیگیں مانگ
بھیجیں، حضرت عدیؓ نے انہیں بھروا کر بھیجا اس شخص نے کہلا
بھیجا کہ میں نے تو خالی دیگیں مانگی تھیں۔ عدیؓ نے جواب دیا
"میں عادتاً بھی خالی دیگ نہیں دیا کرتا" ایک دفعہ ایک شاعر
سالم بن دارہ نے آ کر کہا کہ میں نے آپ کی مدح میں اشعار کہے
ہیں۔ عدیؓ نے کہا رک جاؤ۔ میں ذرا اپنے مال و اسباب کی
تفصیل تو تمہیں بتا دوں اس کے بعد سنانا۔ میرے ہاں ایک ہزار
دودھ دینے والے جانور، دو ہزار درہم، تین غلام اور ایک گھوڑا
ہے اس کے بعد شاعر نے قصیدہ مدحیہ پڑھا جو شخص ان کے رتبہ
سے کم سوال کرتا۔ اسے نہ دیتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے
سو درہم کا سوال کیا اتنی کم رقم سن کر بولے میں حاتم کا بیٹا
ہوں اور تم مجھ سے صرف ایک سو درہم مانگتے ہو۔ خدا کی قسم
ہرگز نہ دوں گا۔ آخری عمر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور کوفہ
سنہ ۶۸ھ میں وفات پائی ـــــــ

● اگر دین کے سچے عالم اللہ کے ولی نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی ولی نہیں ہو سکتا۔ (امام اعظمؒ)

ملفوظات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ

ملفوظ نمبر۱ :

ہماری تبلیغ میں علم اور ذکر کی بڑی اہمیت ہے۔ بدون علم کے نہ عمل ہو سکے نہ عمل کی معرفت۔ اور بدون ذکر کے ظلمت ہی ظلمت ہے اس میں نورؑ نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے کام کرنے والوں میں اس کی کمی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا مجھے علم اور ذکر کی کمی کا قلق ہے۔ اس لیے کہ ابھی تک اہل علم اور اہل ذکر اس میں نہیں لگے ہیں۔ اگر یہ حضرات آ کر اپنے ہاتھ میں یہ کام لے لیں تو یہ کمی پوری ہو جائے۔

ملفوظ نمبر۲ :

ایک دن بعد نمازِ فجر جب کہ اس کام میں عملی حصہ لینے والوں کا نظام الدین شریف کی مسجد میں بڑا مجمع تھا۔ حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ بستر پر لیٹے لیٹے دو چار لفظ باآواز نہیں فرما سکتے تھے۔ تو اہتمام سے ایک خادم کو طلب فرمایا اور اس کے واسطے سے پوری جماعت کو کہلوایا کہ آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جدّوجہد بے کار ہو گی اگر اس کے ساتھ ذکر اور علم کا پورا اہتمام نہ ہوا۔ بلکہ سخت خطرہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جدوجہد مبادا فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے۔ دین کا اگر علم ہی نہ ہوا تو اسلام اور ایمان محض رسمی اور اسمی ہے۔ اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر ظلمت ہے اور علیٰ ہٰذا اگر علم دین کے بغیر ذکراللہ کی کثرت بھی ہو اس میں بھی بڑا خطرہ ہے۔ الغرض علم میں نور ذکر سے آتا ہے اور بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات و ثمرات حاصل نہیں ہوتے علم و ذکر کی اہمیت کو بھی فراموش نہ کیا جائے۔ بسا اوقات ایسے جاہل صوفیوں کو شیطان اپنا آلہ کار بنا لیتا ہے۔ اور علم و ذکر کا خاص انتظام کیا جائے ورنہ یہ ساری آپ کی تبلیغی تحریک ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی۔ پھر خدا نہ کرے آپ بہت خسارہ میں رہ جائیں گے۔

ملفوظ نمبر۳ :

ایک بار ارشاد فرمایا۔ میں ابتداء میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں۔ (یہاں اوراد کی تفصیل ہے) فرمایا علم بدون ذکر کے ظلمت ہے اور ذکر بدون علم کے بہت سے فتنوں کا دروازہ ہے۔

ملفوظ نمبر۴ :

فرمایا کہ دو چیزوں کا مجھے بڑا فکر ہے۔ کہ ان کا اہتمام کیا جائے۔ ایک ذکر کا کہ اپنی جماعت میں اس کی کمی پا رہا ہوں ان کو ذکر بتلایا جائے۔ دوسرے اہل اموال کو مصرف زکوٰۃ سمجھایا جائے۔ ان کی زکوتیں اکثر برباد جا رہی ہیں

معرفت میں خرچ نہیں ہوتیں۔

ملفوظ نمبر ۵ :

فرمایا علم سے عمل پیدا ہونا چاہیئے اور عمل سے ذکر پیدا ہونا چاہیئے۔ جب ہی علم علم ہے اور عمل عمل ہے۔ اگر علم سے عمل پیدا نہ ہو تو سراسر ظلمت ہے اور عمل سے اللہ کی یاد ذکر پیدا نہ ہو تو بھس بھسا ہے اور ذکر بلا علم بھی فتنہ ہے۔

ملفوظ نمبر ۶ :

فرمایا ذکر اللہ شرِ شیاطین سے بچنے کے لیے قلعہ ہے اور حصن حصین ہے اور جس قدر بُرے اور غلط ماحول میں تبلیغ کے لیے جایا جائے شیاطین جن و انس کے بُرے اثرات سے اپنی حفاظت کے لیے اسی قدر زیادہ ذکر کیا جائے اور اہتمام رکھا جائے۔

ملفوظ نمبر ۷ :

فرمایا مجھے جب بھی میوات میں جانا ہوتا ہے تو میں ہمیشہ اہلِ خیر اور اہلِ ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں۔ پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں۔ یا چند دن کے لیے سہارن پور یا رائپور کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں، قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔ دوسروں سے بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ دین کے کام میں پھرنے والوں کو چاہیئے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوتوں کے ذکر و فکر کے ذریعہ دھویا کرو۔

ملفوظ نمبر ۷ :

علم و علماء مشائخ کی قدر : ارشاد فرمایا ہمارے کام کرنے والوں کو تین طبقوں میں تین ہی مقاصد کے لیے خصوصیت سے جانا چاہیئے۔ کہ علماء و صلحاء کی خدمت میں دین سیکھنے اور دین کے اچھے اثرات لینے کے لیے۔ آخر تک۔

ملفوظ نمبر ۸ :

ہمارے کام کرنے والے حضرات کو ہمارے اس اصول پر کام کریں۔ اصول یہ ہے کہ جس طبقہ کا حق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس کو ادا کرتے ہوتے اس دعوت کو اس کے سامنے پیش کیا جائے..... علماء کرام کا حق تعظیم ادا کر کے ان کو دعوت دی جائے۔

ملفوظ نمبر ۹ :

فرمایا، علماء کرام سے کہنا ہے کہ ان تبلیغی جماعتوں کی چلت پھرت اور محنت و کاوش سے عوام میں دین کی طرف صرف طلب ہی اور قدر ہی پیدا کی جا سکتی ہے اور ان کو دین سیکھنے پر آمادہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ آگے دین کی تعلیم و تربیت کا کام علماء کرام کا ہے تو علماء صلحاء کی توجہ فرمائی سے ہی ہو سکتا ہے۔ آپ حضرات کی توجہ کی بڑی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسفؒ حضرت جیؒ کا ملفوظ ہے کہ بزرگانِ دین سے بدظن نہ ہوں بلکہ ان کی خدمت میں محض استفادہ کے طور پر جاتے رہا کریں۔ ان حضرات کے پاس جب جائیں تو دھیان میں یہ نہ ہو کہ ان کو کچھ دینے جا رہے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ یہی خیال رہے کہ اُن سے مجھے کچھ حاصل کرنا ہے اور ان حضرات کو دعوت نہ دیا کریں کہ آپ بھی نکلیں۔

مرد کے ذمہ کسب کرنے اور خاندان کے کفیل ہونے کی جو ذمہ داری قدرت کی طرف سے تفویض ہوئی تھی، وہ اس نے اپنے سر سے جھٹک کر خواتین کے سر ڈال دی ہے اور یہ سب محض یورپ کی اندھا دھند تقلید میں ہوا ہے (ایک مشرقی خاتون)

ایک طویل مضمون کا ایک حصہ

علماء اور حکومت

مولانا سعید احمد اکبر آبادی

دلی سلطنت میں قضا کے عہدہ کے علاوہ ایک عہدہ شیخ الاسلام کا بھی ہوتا تھا جس پر ہمیشہ نامی گرامی علما ہی متمکن کئے جاتے تھے اور اس راہ سے بھی امور حکومت و سلطنت کی انجام دہی میں علما کے مشورہ اور ان کی رائے سے فائدہ حاصل کیا جاتا تھا خلیق احمد صاحب نظامی نے اپنی کتاب SOME ASPECTS OF RELIGION AND POLITICS IN INDIA DURING THE THIRTEENTH CENTURY

DURING EMOS ASPECTS

AND POLITICS IN INDIA

THIRTEENTH CENTURY OF RELIGION

میں ایک پورا باب مستقلاً علما کے عنوان سے لکھا ہے اور اس میں بڑی تفصیل سے یہ بتایا ہے کہ حکومت کے ساتھ علما کا کیا تعلق ہوتا تھا اور حکومت ان کے علم و فضل سے کس طرح استفادہ کرتی تھی اسی باب میں موصوف نے ادھر ادھر سے جمع کر کے قاضیوں کی جو طویل فہرست دی ہے اس میں پچیس علما کے نام گنائے ہیں اور دور کیوں جائیے۔ خود ہمارے ہاں دیکھ لیجئے۔ بھارت کی سیکولر جمہوری حکومت کا مرکزی وزیر تعلیم سب سے پہلے جو ہوا غیر منقسم ہندوستان کا ایک بلند پایہ عالم اور مشہور مفسر قرآن ہوا اور اس نے کس فہم و تدبر اور فراست و دور اندیشی سے ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کی رہنمائی کی اور صدارت کے فرائض کو کس لیاقت اور قابلیت سے انجام دیا حکومت کا بڑے سے بڑا آدمی اس کا اقرار کرتا اور اس کے لئے سراپا مدح و ستائش ہے

اس مختصر روداد سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ حکومت علماء کے ہاتھ میں نہیں رہی اور وہ حکومت کے قابل نہ بن سکے مذکورہ بالا تنقیحات میں سے نمبر اول سے لے کر نمبر ۴ تک سب کی تردید ہو جاتی ہے ۱۔ یہ ان علماء کا حال تھا جو قضا وزارت سفارت اور اسی قسم کے دوسرے اعلیٰ اور ذمہ دارانہ عہدے قبول کرتے تھے اور اس طرح حکومت کی مشنری کے کل پرزے بن کر اسکے چلانے میں مدد کرتے تھے۔

اب رہے وہ علما جو ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے درس و تدریس، وعظ و ارشاد تصنیف و تالیف یا روحانی تصفیہ و تزکیہ کا کام کرتے رہتے تھے اور حکومت کے کاروبار سے کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے اگر آپ کو شکایت جو کچھ بھی ہے وہ ان علماء سے ہے تو واضح رہنا چاہیئے کہ ان علماء کی حیثیت اسلامی سماج میں وہی تھی جو آج کل یونیورسٹی کے اساتذہ کی، مجالس قانون ساز کے ممبروں کی اور سماجی فلاح و بہبود کا کام کرنے والوں کی ہوتی ہے یہ لوگ حکومت سے براہ راست متعلق نہیں ہوتے لیکن دراصل حکومتیں چلتی انہی کے سہارے اور مدد سے ہیں۔ اگر علماء درس کا کام نہ کرتے تو حکومت کیلئے تعلیمیافتہ اور لائق و قابل اہلکار کہاں سے ملتے ؟ اگر یہ احکام شریعت کی توضیح نہ کرتے تو حکومتوں کو آئے دن جو قانونی معاملات و مسائل پیش آتے رہتے تھے۔ ان کا حل کون بتاتا، اگر یہ علماء وعظ و ارشاد اور روحانی تزکیہ کے ذریعہ لوگوں کے اعمال و اخلاق کی اصلاح نہ کرتے تو حکومتوں کو اچھے اور نیک شہری کہاں نصیب ہوتے۔ آپ فرماتے ہیں علماء کو حکمرانوں کے ساتھ خدا واسطے کا بیر تھا جو بیچ مقداری کی روشن مثال ہے۔

(۳) لیکن درحقیقت ان علماء کی شان ہی کچھ اور تھی۔ ان کی سادہ قناعت پسندانہ اور بے لوث و بے غرض زندگی کا عجیب و غریب اور نہایت موثر نقشہ مولانا شبلی نے ایک ترکیب بند میں کھینچا ہے چند اشعار آپ بھی سنتے چلیئے، فرماتے ہیں:

آنچہ بایست نیز زیں جہان آن ادیم　　اگرچہ بے کسی چو کسانیم بے دو چہ ساماں داریم

مانہ آنیم کہ دیہیم سکندر طلبیم　　مانہ آنیم کہ اورنگ سلیمان داریم

مانہ آنیم کہ بر شیوہ ارباب حشم　　روی ورا ہے بدر دولت سلطان ادیم

بادۂ شیراز در جامِ اُردو

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیرِ ما
چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما
ما مریداں رُو بسوئے کعبہ چوں آریم، چوں
رُو بسوئے خانۂ خمار دارد پیرِ ما
در خراباتِ مغاں ما نیز ہم منزل شویم
کایں چنیں رفت است در عہدِ ازل تقدیرِ ما
مُرغِ دل را صیدِ جمعیت بدام افتادہ بُود
زُلف بکشادی زدستِ ما بشد نخچیرِ ما
باد بر زلفِ تو آمد، شد جہاں بر من سیاہ
نیست از سودائے زلفت بیش ازیں توقیرِ ما
در دلِ سنگیت آیا ہیچ در گیرد شبی
آہ آتش بار، سوزِ نالۂ شبگیرِ ما
عقل گرداند کہ دل در بندِ زُلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گردند از پے زنجیرِ ما
روئی خوبت آیتی از لطف بر ما کشف کرد
زاں سبب جز لطفِ و خوبی نیست در تفسیرِ ما
تیرِ آہِ ما زگردوں بگذرد، جانِ عزیز!
رحم کن بر جانِ خود، پرہیز کن از تیرِ ما
بر درِ میخانہ خواہم گشت چوں حافظ مقیم
چوں خراباتی شد اے یارِ طریقت، پیرِ ما

کل جو مسجد چھوڑ آیا پیرِ میخانہ مرا
دوستو! قبلہ ہے اب تو کوئے جانانہ مرا
جب مرے مرشد نے رُخ کوئے مغاں کو کر لیا
مَیں مریدِ عشق ہوں، کعبہ ہے بُت خانہ مرا
جب یہی روزِ ازل سے ہے مری تقدیر میں
عشق رہبر ہے مرا، مسکن ہے میخانہ مرا
تُو نے کھولی زلف، میرے دل کا پنچھی اُڑ گیا
ورنہ مرغِ دل سے تھا آباد کاشانہ مرا
جب تری زلفیں کھُلیں، اندھیر تھی دنیا مری
دامِ گیسو میں تھا تیرے آب اور دانہ مرا
کاش ہوتا تیرے پتھر دل پہ بھی کوئی اثر
آہ آتش بار تھی، نالہ تھا مستانہ مرا
خود ہی زنجیریں پہن لیتے سبھی اہلِ خرد
دیکھ پاتے زلف میں گر دل یہ دیوانہ مرا
میرے دل پر نقش ہے عکسِ رُخِ زیبائے حسن
حسن کے لطف و کرم سے پُر ہے افسانہ مرا
میرے تیرِ آہ سے ڈر، اپنی جاں پہ رحم کر
اپنے دل کو اب تو بن جانے دے کاشانہ مرا
دوستو! جب مرشدِ حافظ خراباتی ہوا
کیوں نہ ہو میری اقامت گاہ، میخانہ مرا

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ——— پیمانہ بردارِ میخانۂ حافظ خواجہ آزاد شیرازی، مدیر تذکرہ